بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد ﷺ

یا اللہ

احیاءِ سُنّت

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی چکوال

شائع کردہ

مرحبا اکیڈمی

یا اللہ مدد

صلی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

حق چاریار

عصرِ حاضر کے اہلِ بدعت
اور اُن کی بِدعات

ذکرِ بالجہر کی شرعی حیثیت

مرتبہ

حافظ عبد الوحید الحنفی
چکوال

سلسلہ اشاعت نمبر 51

شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

☆☆☆☆

نام کتاب: ذِکر بالجہر کی شرعی حیثیت

سلسلۂ اشاعت: 51 بار اوّل

مؤلف: حافظ عبد الوحید الحنفی آوڈھروال (چکوال) 0302-5104304

صفحات: 240

قیمت: 300 روپے

ٹائٹل: ظفر محمود ملک

کمپوزنگ: النور مینجمنٹ چکوال

طباعت: 12 جمادی الثانیہ 1437ھ مطابق 22 مارچ 2016ء

ناشر: مرحبا اکیڈمی

ویب سائیٹ: www.alhanfi.com

ملنے کے پتے:

کشمیر بک ڈپو	تلہ گنگ روڈ چکوال 0543-551148
اعوان بک ڈپو	بھون روڈ چکوال 0543-553546
مکتبہ رشیدیہ	بلدیہ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال 0543-553200
کتب خانہ مجیدیہ	بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
مکتبہ عثمانیہ	بالمقابل دار لعلوم کراچی نمبر 14
اسلامی کتب خانہ	بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5
مکتبہ انوار القرآن	نزد دار العلوم حنفیہ چکوال 0321-5974344
مکتبہ حنفیہ	اردو بازار لاہور 0343-4955890

☆☆☆☆

فہرست عنوانات

مکتوب بنام حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی.......7
ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت.......11
اجتماعی ذکر جہر کی مروجہ مجلسوں کا شرعی حکم.......11
الجواب و منہ الصّدق و الصّواب.......14
(۱) قولی و فعلی ذکر اللہ کا مسنون طریقہ 14
(۲) صحابہ کرامؓ اور اہل السنت و الجماعت کا طریقہ ذکر.......15
(۵) صحابہ کرامؓ کس طرح ذکر کیا کرتے تھے.......17
(۶) ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے.......19
(۷) مروجہ اجتماعی ذکر کے مکروہ و ممنوع ہونے کا ثبوت.......20
مجلس ذکر.......23
مجلس ذکر کی نوعیت.......24
جریدہ "الارشاد" اٹک.......24
ذکر جہر کا مقصد.......26
اکابر اہل سنت.......29
باب 1.......32
اجتماعی ذکر بالجہر سے متعلق ایک اہم فتویٰ 32
حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم، چکوال.......32
الجواب و منہ الصدق و الصواب.......33
حضرت مدنیؒ کا فرمان:.......38
حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے تائید:.......40
حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ کے فتویٰ سے تائید:.......40
(۸) ...... حضرت تھانویؒ کا فرمان:.......41
(۹) ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا تبصرہ:.......42
اقتباس جواب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ:.......43
(۱۰) ...... حضرت قائد اہل سنتؒ کا مؤقف:.......44
اکابر اہل سنت.......44
حضرت ابو موسیٰ اشعری و ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات سے ثبوت.......48
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:.......60
فقہائے کرام و اکابرِ امت سے ثبوت.......97
حضرت امام ابو حنیفہؒ کی وصیت.......98
علامہ شاطبیؒ کا حوالہ.......99
علامہ ابنِ ہمام و امام زیلعی رحمہا اللہ کا حوالہ.......102
علامہ شامیؒ کا حوالہ.......102
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ کا حوالہ.......103
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا حوالہ.......105
حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا حوالہ.......117
حضرت مفتی کفایتُ اللہ صاحب اور کفایتُ المفتی کا حوالہ.......120
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ کا حوالہ.......123

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کا حوالہ 124
قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ کا حوالہ 126
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا حوالہ 127
حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ کا حوالہ 129
حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم کا حوالہ 134
فتاویٰ حقانیہ، اکوڑہ خٹک کا حوالہ 136
خیرُ الفتاویٰ کا حوالہ 139
علماء و صوفیاء میں کس کا قول راجح ہے؟ 140
اگر اب بھی کوئی شبہ باقی ہو تو! 143
خاتمہ کلام 147
مروّجہ مجالسِ ذکر سے بعض فوائد حاصل ہونے کی بحث 148
نقصان یہ ہے کہ بدعتی کے اعمال قبول نہیں 156
اس لیے بدعت پر مبنی تمام اعمال چھوڑ دیں 156

باب 2 157

ذکر اور اعتکاف میں مروجہ بدعات...... 157
مقیاس السنۃ و البدعۃ........................ 157
سنت کی تعریف 157
بدعت کی تعریف 157
قرون مشہود لھا بالخیر..................... 163
اجماعِ صحابہ حجت ہے.................. 165
خیر القرون کا تعامل بھی حجۃ ہے......... 167
خلاصہ بحث............................ 169
ضروری وضاحت 169
چوتھی دلیل شرعی قیاس ہے............ 170
قیاس پر اعتراضات........................ 174
اعتراض نمبر ۱ 174
جواب 174
اعتراض نمبر ۲.......................... 175
جواب 175
اعتراض نمبر ۳ 176
جواب 176
خلاصہ بحث.............................. 177
بدعت کی معرفت کے اصول............ 179
چند مثالیں............................ 179
قاعدہ مذکور سے استثناء 181
صحابہ کرامؓ کا ایسی کیفیات اور ہیئات مقرر کرنے کے متعلق فیصلہ 183
اجتماعی اعتکاف اور مجمع اعتکاف میں فرق .185
حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ 187
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ 187
حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ 188
حضرت شاہ عبدالرحیمؒ 188
حضرت شیخ الہندؒ...................... 188
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت تھانویؒ........................ 189
حضرت مدنیؒ............................ 189
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ المتوفی ۲۵ مئی ۱۹۸۲ 190
۱۹۶۵ء مطابق ۱۳۸۵ھ کے معمولات 191
مجمع متنکفین کے لیے معمولات.......... 191

شب بیداری............................194
”حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا اعتکاف اجتماعی نہ تھا“ اس کے دلائل....195
حضرت شیخ کے ایک اجتماع کی روئیداد...197
”روزانہ کے معمولات“ میں سے چند یہ تھے 198
اعتکاف کی مجلس میں نعت خوانی سے منع کر دیا 202
اجتماعی اعتکاف کا سب سے پہلا تعارف..203
علماء کی آراء............................206
مفتی محمد اسحاق صاحب دامت برکاتہم مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان 206
مفتی محمد عیسیٰ صاحب دامت برکاتہم جامعہ فتاح العلوم گوجرانوالہ.............207
مفتی اصغر علی صاحب دامت برکاتہم دار العلوم کراچی 208
مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم دار العلوم کراچی............ 208
مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب دامت برکاتہم رئیس شعبہ الدعوۃ و الارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان........................210
ایک شبہ کا جواب 212
بدعت سے بچنے کے لیے ایک ضابطہ....217
مولانا احمد رضا خان بریلوی کون تھے؟ 222
احمد رضا خان صاحب کا اہل سنت کے مخالف عقائد...............................222
مولانا رضا خان کا اہل سنت کے مخالف دوسرا عقیدہ...............................223
مولانا احمد رضا خان کا اہل سنت کے خلاف تیسرا عقیدہ.........................225
اہل سنت کون ہیں؟..................227

☆☆☆☆

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اہل سنت کا علم ہوتا رہے گا سر بلند

اہلِ سُنَّت کو کمالِ معرفت بخشا گیا
یہ جماعت راہِ حق کی رازداں رہ جائے گی
سربکف رہتے ہیں جو بھی شرک و بدعت کے خلاف
اُن کی قربانی ہی زیبِ داستاں رہ جائے گی
ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و حیدرؓ چاریارؓ
ان کی ہر خوبی سدا وردِ زباں رہ جائے گی
اہلسنّت کا علم ہوتا رہے گا سر بلند
دستِ باطل میں فقط ٹوٹی کماں رہ جائے گی
چار یاروںؓ کی خلافت کا ہے قرآں بھی گواہ
ان کی عظمت تاقیامت بے گماں رہ جائے گی
قاضی مظہرؒ نے لگایا جو چمن شاداب ہے
عندلیب اس میں ہمیشہ نغمہ خواں رہ جائے گی

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

مکتوب بنام حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از چکوال

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ

۱۶ مارچ ۲۰۱۶ء

بخدمت جناب حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی

حفظک الرحمٰن الی یوم المیزان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت سے رکھیں۔ ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرمائیں اور ہمیں اپنی رحمت و بخشش سے محروم نہ کریں۔ آمین۔

یہ عریضہ آپ کو صرف ایک پیر بھائی ہونے کی نسبت سے اس وقت ارسال کرنے کا اچانک دل میں خیال آیا۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اور آپ کو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

زکریا صاحب سہارنپوری ثم مدنیؒ کی بیعت کی سعادت نصیب، کی حضرت سہارنپوریؒ کے اجل خلفاء میں سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ مروجہ مجالس ذکر بالجہر جو کہ اجتماعی شکل میں منعقد کی جاتی ہیں، یہ طریقہ خلاف سنت ہے اور بدعت ہے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ آپ ذکر بالجہر کی مجالس کا انعقاد نہ کیا کریں۔ صرف انفرادی صورت میں اپنے عقیدت مندوں اور بیعت کرنے والوں کو ذکر اللہ کرنے کی تاکید اور ترغیب دیا کریں۔ تاکہ آگے چل کر یہ سلسلہ اہل بدعت کی مشابہت اختیار نہ کر سکے۔ امید ہے کہ یہ عاجزانہ درخواست قبول کر کے اہل بدعت کی حوصلہ شکنی کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندیؒ (المولود شوال ۹۷۱ھ المتوفیٰ ۲۰ صفر ۱۰۳۴ھ) اپنے مکتوبات میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے سنا ہے کہ "حضرت خواجہ (بہاؤالدین) نقشبند قدس سرہٗ علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ "ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں" امیر کلالؒ نے جواب میں فرمایا کہ "بہت اچھا، نہ

کریں گے"۔ جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع و رقص اور وجد کا کیا ذکر؟ وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں، فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔[1]

اس عریضہ کی صورت میں بندہ ناچیز (عبدالوحید حنفی) بھی یہی عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی نصیحت بھی یہی ہے کہ ذکر جہر نہ کیا کریں۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی وصیت بھی یہی ہے کہ:

وَلَاتَحْضُرِ الْمَجَالِسَ الذِّكْرِ

"اور تم مجالس ذکر میں حاضر مت ہونا۔"[2]

ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے یہ وصیت اسی قسم کی مجالس ذکر کے متعلق فرمائی ہے جو بدعات و منکرات پر مشتمل ہوں۔ الحمدللہ کہ ہم سنی حنفی ہیں، ہمارے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی نصیحت پر عمل کرنے میں ان شاء اللہ خیر ہی خیر ہے۔ اس لیے آپ یہ درخواست منظور کرتے ہوئے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

1 مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ ج ۱، مکتوب ۲۶۶

2 وصایا امام اعظمؒ بنام امام ابو یوسفؒ، ص ۴۴۔ مرتبہ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری صاحبؒ، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

اپنے الفاظ میں یہ لکھ دیں کہ:

”بہت اچھا! ذکر بالجہر کی مجالس تداعی و اجتماعی شکل میں نہ کریں گے“۔

تمنا مختصر سی ہے، مگر تمہید طولانی

والسلام

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

مدنی جامع مسجد چکوال

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب 1

ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا اِلٰی طَرِیْقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ بِفَضْلِهِ الْعَظِیْم
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ کَانَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَخُلَفَاءِهِ الرَّاشِدِیْنَ الدَّاعِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

اجتماعی ذکر جہر کی مروجہ مجلسوں کا شرعی حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہائے اہل السنت و الجماعت اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض حضرات جو گدی نشینی اور تصوف اور پیری مریدی کی لائن پر زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) وہ جگہ جگہ مساجد یا لوگوں کے گھروں میں اجتماعی ذکر جہر کی مجالس قائم کرتے ہیں۔ جہاں پیر صاحب یا اُن کے نمائندے ذکر جہر کرانے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔

(۲) اور تداعی کے ذریعہ بذریعہ اشتہار بھی دعوت دی جاتی ہے۔ جن میں یہ تحریر ہوتا ہے کہ "فلاں تاریخ کو ...... فلاں پیر صاحب تشریف لا رہے ہیں...... جس میں مجالس ذکر، درود شریف ختمات ہوں گے۔ آپ کو بمع احباب شرکت کی پُر خلوص دعوت ......

دی جاتی ہے۔" ...... الخ

(۳) اس طرح لوگ جمع ہوتے ہیں اور باآواز بلند اجتماعی ذکر بالجہر کرتے ہیں۔ جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ پیر صاحب یا ان کے نمائندہ کے ساتھ آواز ملا کر بلند آواز سے سب لوگ ذکر کرتے ہیں۔

جب ایک خاص ذکر مثلاً درود شریف ختم ہو جاتا ہے۔ تو دوسرا ذکر شروع کرایا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک مخصوص تعداد میں ذکر جہر مکمل کیا جاتا ہے۔

ساتھ ہی اس مجلس ذکر میں شریک حضرات زور زور سے دائیں بائیں طرف ذکر کے ساتھ ہلتے بھی ہیں اور اس کو ضرب لگانا کہتے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۴) بعض شرکاء کو ذکر کے دوران جوش اور مستی بھی سوار ہو جاتی ہے۔ اور آواز غیر معمولی بلند ہو جاتی ہے۔

اجتماعی ذکر کی مجالس کی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے۔

یہ سلسلہ بعض اہل بدعت میں تو رائج تھا ہی جس کے لیے انہوں نے مختلف مقامات پر باقاعدہ ذکر و مراقبہ ہال مقرر و مختص کر رکھے ہیں۔ مگر اب بعض جگہ اہل السنت والجماعت میں بھی یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ یعنی بعض جگہ علمائے دیوبند سے عقیدت رکھنے والے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ مہاجر مدنی اور بعض حضرت مولانا احمد

علی صاحب لاہوریؒ اور بعض حضرت دین پوریؒ سے نسبت کا اظہار کر کے یہ مجالس قائم کر رہے ہیں۔ اور اب تو اس کے جواز پر کتابیں بھی تصنیف کی جا رہی ہیں۔ اور جب ان کو کہا جائے کہ اس طرح ذکر جہر نہ کرایا کریں۔ کیوں کہ مسلک اہل السنت و الجماعت، فقہ حنفی میں اس طرح ذکر جہر بدعت ہے۔ سوائے ان مقامات کے جہاں شریعت میں جہر کا حکم ہے۔ مثلاً

اذان، تکبیرات تشریق اور نماز میں رکوع و سجود وغیرہ کی تکبیریں وغیرہ۔[1]

جبکہ فتح القدیر میں ہے:

وَ الْاَصْلُ فِی الْاَذْکَارِ الْاَخْفَاءُ وَ الْجَھْرُ بِھَا بِدْعَۃٌ

ترجمہ: اصل اذکار میں اخفاء ہے اور جہر سے ذکر کرنا بدعت ہے۔[2]

وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ علمائے حق کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟ مدلل انداز میں واضح کیا جائے اور ساتھ ہی مساجد میں مجالس ذکر جہر کو مستحب قرار دینے والوں کے موقف پر بھی روشنی ڈالی جائے۔ تا کہ اہل السنت و الجماعت، مسلک احناف دیوبند سے نسبت رکھنے والے اہل بدعت کا شعار اپنانے کے بجائے سنت طریقہ کے

1 تفسیر مظہری ج ۳، ص ۵۵
2 فتح القدیر، ج ۱، ص ۴۳۰۔ طبع مصر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مطابق اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے آخرت میں نجات پا سکیں۔ اور اللہ کی رضا حاصل کر سکیں۔

الجواب ومنہ الصّدق والصّواب

(۱) قولی و فعلی ذکر اللہ کا مسنون طریقہ

مولانا مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

(۱) ذکر کے معنیٰ یاد کرنے کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ایک تو زبان و قول سے ہوتا ہے اور ایک اپنے عمل و فعل سے۔ اسی لیے محققین فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر ایک تو زبانی و قولی طریقہ پر ہوتا ہے، دوسرے عملی و فعلی طریقہ پر۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف زبانی ذکر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عملی و فعلی ذکر یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے حلال و حرام اور جائز و ناجائز وغیرہ احکام کی اتباع کرنا بھی ذکر الٰہی میں داخل ہے۔

(۲) اور بعض احادیث میں اس کو بھی ذکر اور اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاکرہ اور تعلیم و تعلم میں مشغول حضرات کو اہلِ ذکر اور ان مجالس کو مجالس ذکر کہا گیا ہے۔

اور اسی لیے جو شخص صرف زبانی ذکر پر اکتفا کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی نہ کرے وہ حقیقی ذکر کرنے والوں میں

شامل نہیں۔ پس اول تو قولی و فعلی ذکر کے مذکورہ عام مفہوم کو نظر انداز کر کے ذکر کو صرف زبان کے ساتھ خاص نہیں سمجھنا چاہیے۔

دوسرے زبانی ذکر (جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے) اس کے لیے بھی کسی خاص ایسی ہیئت کو مخصوص کر لینا جو شریعت سے ثابت نہ ہو، درست نہیں۔ کیوں کہ یہ ذکر عبادتِ مطلقہ ہے۔ اور عبادتِ مطلقہ کو عبادتِ مقیدہ کا درجہ دینا غلط ہے۔[1]

(۲) صحابہ کرامؓ اور اہل السنت والجماعت کا طریقہ ذکر

حضور ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ:

اِنَّ بَنِی اِسْرَائِیلَ تَفَرَّقَتْ عَلَی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِینَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِی عَلَی ثَلَاثٍ وَسَبْعِینَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِیَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی۔[2]

"تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ اصحابؓ نے عرض کیا کہ

1 اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم، ص ۱۲۔ مؤلفہ مفتی محمد رضوان

2 رواہ ترمذی شریف ج ۲، باب افتراقِ امت، ص ۲۰۰

اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ ایک فرقہ کون سا ہو گا؟(جو جنت میں جائے گا)؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔(ترمذی۔ مستدرک حاکم، ج۱، ص۱۴۹۔ مشکوٰۃ شریف)

(۳) امام غزالیؒ (المولود ۴۵۰ھ المتوفیٰ ۵۰۵ھ) اپنی کتاب احیاء العلوم میں سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

وَ لَا یَعْلَمُ تَفْصِیْلُ ذٰلِکَ اِلَّا بالْاقْتِدَاءِ بالفرقَة النَّاجِیه وَ هُمُ الصَّحَابَةُ۔ فَاِنَّه عَلَیهِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ النّاجِی مِنهَا وَاحِدَةٌ قَالُوا یَا رسُولَ اللہ وَ مَنْ هُمْ قَالَ اَهْلُ السُنَّةِ وَ الْجمَاعَةِ فَقِیلَ وَ مَنْ اَهْلُ السُنَّةِ وَ الْجماعَةِ قَالَ مَا اَنَا علیه وَ اَصْحَابِیْ۔[1]

اور اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ کی پیروی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور فرقہ ناجیہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ کیوں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں نجات پانے والا فرقہ ایک ہی ہو گا تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اہل السنت والجماعت

پھر عرض کیا گیا کہ اہل السنت والجماعت کون ہیں تو ارشاد فرمایا کہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہیں۔

[1] احیاء العلوم ج۳، باب ورع و تقویٰ، ص۱۹۹

حافظ عبدالوحید الحنفی

(۴) حضرت علی المرتضیٰؓ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کون ہیں؟ اور اہل بدعت کون ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا

اَمَّا اَھْلُ السُنَّۃِ اَلْمُتَمَسِّکُوْن بِمَا سَنَّہُ اللہ لھم وَ رَسُوْلُہٗ وَاِنْ قَلُّوا وَ اَمَّا اَھْلُ البِدْعَۃِ فَالْمُخَالِعُونَ لِاَمْرِ اللہِ وَلِکِتابِہٖ وَرَسولِہٖ العامِلُون بِرَائیھم وَ اَھْوَاءِ ھم وَاِنْ کَثُرُوا وَ قَدْ مضی مِنھُمُ الفَوْجُ الاوَّلُ وَبَقِیْتُ اَفْوَاجًا۔[1]

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا:

اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ طریقے پر چلتے ہیں، گو کہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اہل بدعت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف (طریقہ پر ہوں) اپنی رائے اور اپنی خواہش پر عمل کرتے ہوں۔ گو کہ ان کی تعداد زیادہ کیوں نہ ہو۔ ان کی پہلی فوج گزر چکی اور فوجیں ابھی باقی ہیں۔ اِن کا استقبال اللہ ہی کے سپرد ہے۔

(۵) صحابہ کرامؓ کس طرح ذکر کیا کرتے تھے

(۱) مفتی محمد رضوان صاحب اپنی کتاب اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم میں لکھتے ہیں:

1 مسند وکیع بن جراح، کنز العمال ج۱۶، حدیث ۴۴۲۰۹

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

صحابہ کرامؓ اور سلفِ صالحین، مساجد میں بھی زبانی ذکر و تسبیح کے ماہانہ یا ہفتہ وار پروگرام کے بجائے یومیہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر مختلف اذکار و اوراد میں مشغول ہوتے تھے۔

اگر کچھ لوگوں نے تعلیم و تعلم اور درس و تدریس میں مشغولی اختیار کرنی ہوتی، تو وہ ایک طرف ہو جاتے اور جن حضرات نے اپنے ذکر و اذکار کے معمولات پورے کرنے ہوتے وہ الگ ہو جاتے۔ تا کہ ایک کی وجہ سے دوسرے کو خلل نہ ہو اور ہر ایک اپنے اپنے معمول کو سہولت کے ساتھ پورا کر سکے۔

کوئی تلاوت میں مشغول ہوتا، کوئی تکبیر (یعنی اللہ اکبر پڑھنے) میں کوئی تسبیح (یعنی سبحان اللہ) میں کوئی تہلیل (یعنی لا الٰہ الا اللہ) میں اور کوئی تحمید (یعنی الحمد للہ پڑھنے) میں اور کوئی درود شریف میں اور کوئی توبہ استغفار اور دعا و نوافل میں۔ غرضیکہ کوئی دوسرے کے ذکر کا پابند نہیں تھا۔

(۲) اسی طرح گھروں میں بھی کسی پابندی و التزام کے بغیر ذکر و تسبیح کی مجالس قائم ہو جاتیں۔ یہاں بھی خاص ذکر و تسبیح کرنے کے لیے گھر سے باہر کے لوگوں کو مدعو نہیں کیا جاتا تھا۔ اور نہ ہی وہ کسی کو مقتداء بنا کر بیک زبان ایک ہی ذکر کرنے کے پابند تھے۔

(۳) غرضیکہ مذکورہ تمام صورتوں میں ایک وقت اور ایک جگہ کی حد

تک تو اتفاقی اجتماع ہو جاتا تھا لیکن موجودہ دور کی مروجہ ذکر کی مجلسوں میں پائی جانے والی قیود (مثلاً خاص ذکر کے لیے تداعی اور سب کے لیے مخصوص ذکر کا التزام جیسی تخصیصات) نہیں تھیں۔[1]

(٦) ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ المتوفیٰ ۱۰۳۴ھ اپنے مکتوبات ج ۱، مکتوب ۲۶۶ میں اپنے پیر زادوں یعنی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں:

> حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ مخدوم زادوں کی جناب میں عرض کرتا ہے:......... اور طریق صوفیہ میں سے طریقہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔ کیوں کہ ان بزرگوں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے۔......
>
> بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے۔ اور وہ فائدے اور ثمرات جو اس پر مترتب ہوتے ہیں، ان کی طرف التفات نہیں کی۔ ایک دن حضرت ایشاں خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال نے جو حضرت

[1] اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم، ص ۱٦۔ مرقات ج ۱، ص ۲٦۰۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خواجہ قدس سرہٗ کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں بسم اللہ کو بلند کیا۔ حضور کو بہت ناخوش معلوم ہوا۔ اور یہاں تک کہ جھڑکا اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔ اور میں نے حضرت ایشاں باقی باللہؒ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے، تا کہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ "ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں"

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہ کریں گے۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع و رقص اور وجد کا کیا ذکر۔ وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں، فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ج ا، مکتوب ۲۶۶، ص ۶۴۶)

(۷) مروجہ اجتماعی ذکر کے مکروہ و ممنوع ہونے کا ثبوت

سوال میں مخصوص اجتماعی ذکر بالجہر کی مجالس کے بارے میں جو کیفیت بیان کی گئی ہے، جن میں ذکر کے لیے تداعی ہوتی ہے اور ایک ہی ذکر کا التزام ہوتا ہے۔ اور اس جیسی قیودات ہوتی ہیں۔ اور زیر بحث اور اختلاف کی بنیاد اسی قسم کی اجتماعی ذکر بالجہر کی یہی مجالس ہیں جو

قرآن و حدیث، صحابہ کرامؓ اور فقہائے عظام سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ بلکہ فقہائے کرام اور اکابر عظام کی تصریحات کے مطابق مکروہ و ممنوع ہیں۔

(۱) کیوں کہ جس عمل کی کوئی خاص ہیئت اور طریقہ خیر القرون سے ثابت نہ ہو اس میں اپنی طرف سے کوئی خاص ترکیب و ترتیب تجویز کرلینا اور اس طریقہ کو ثواب سمجھ لینا درست نہیں۔[1]

(۲) ذکر ایک مستحب اور نفلی درجے کا ایسا عمل ہے کہ نہ اس کے لیے جمع ہونے کی ضرورت ہے اور نہ اس غرض کے لیے لوگوں کو بلانا اور اکٹھا کرنا درست ہے۔ اس کے لیے لوگوں کو جمع کرنا اور اس کے لیے لوگوں کو تحریری یا زبانی طور پر مدعو کرکے اور دعوت دے کر خاص اس غرض کے لیے مجلسیں و محفلیں جمانا فقہائے کرام کی بیان فرمودہ "تداعی" کے مفہوم میں داخل ہے۔ اور تداعی کے ساتھ یہ عمل مکروہ ہے۔

(۳) ان مروجہ زیرِ بحث مجالس ذکر کے ممنوع و مکروہ ہونے کی بنیادی وجوہات تو یہی ہیں اور اس کے علاوہ دیگر وجوہات بھی مروجہ

---

[1] ملاحظہ ہو تحفۃ المسلمین ج ا ص ٦١۔ مؤلفہ مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری ثم مدنی خلیفہ مجاز حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی۔

مجالس ذکر میں پائی جاتی ہیں۔[1]

(۴) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند اور علماء بخارا نے حضرت امیر کلال سے کہا: کہ "ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں۔"[2]

جس پر حضرت امیر کلالؒ نے فرمایا کہ بہت اچھا! "نہیں کریں گے"۔

(۵) صحابہ کرامؓ نے خاص ذکر و تسبیح کرنے کے لیے باہر کے لوگوں کو مدعو نہیں کیا اور وہ کسی کو مقتدا بنا کر بیک زبان ذکر بالجہر بھی نہیں کرتے تھے۔ اس لیے اہل السنت و الجماعت ذکر بالجہر کی مجالس قائم کرنے سے روکتے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

---

[1] اس کی اصل وجہ اس مروجہ طریقہ اور کیفیت کا محدث و مکروہ ہونا ہے۔

[2] مکتوبات مجدد الف ثانی ج ا، مکتوب ۲۶۶۔

مجلس ذکر

قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

(۱) ...... (حضرت) مولانا (عبداللطیف) جہلمی مرحوم (خلیفہ مجاز: جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ) اپنے متوسلین کو ذکر و وظیفہ کی تلقین و تاکید تو فرماتے تھے، لیکن ملک میں مروجہ مجالس ذکر کے طریق پر آپ نے کبھی مجلس ذکر نہیں کرائی۔ میں نے اُن سے حضرت شیخ لاہوری کی مجلس ذکر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے کہا: میں صرف ایک مرتبہ شیرانوالہ آپ کی مجلس ذکر میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے کبھی بھی مجھے یہ نہیں فرمایا کہ مجلس ذکر میں کیوں نہیں حاضر ہوتے؟ اور نہ مجاز بنانے کے بعد کبھی حضرت نے مجلس ذکر منعقد کرنے کا حکم دیا ہے اور جہلم میں حضرت کئی دفعہ تشریف لائے ہیں۔ لیکن وہاں کبھی بھی حضرت نے مجلس ذکر نہیں کرائی۔

(۲) ...... مناظر اہل سنت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ اوکاڑوی بھی حضرت لاہوریؒ سے بیعت تھے۔ میں نے اُن سے بھی مجلس ذکر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: میں نے خود

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضرت ہم بریلویوں کے جماعتی ذکرِ جہر کی مخالفت کرتے ہیں، لیکن حضرت خود بھی مجلس ذکر کرتے ہیں اور ذکر جہر کراتے ہیں۔ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ:

"ہم تعلیم کے لیے ذکر جہر کراتے ہیں۔"

مجلس ذکر کی نوعیت

ذکر اللہ تو مطلوب و مقصود ہے اور یہ روح کی غذا ہے۔ چناں چہ قرآن مجید میں فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ (الاحزاب: ۴۱، ۴۲)

اے ایمان والو! تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔ صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہو۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جریدہ "الارشاد" اٹک

جریدہ "الارشاد" (اٹک) حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحبؒ کی یاد میں شائع ہوتا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ ارشد تھے۔ اب حافظ نثار احمد الحسینی ساکن حضرو "الارشاد" کے مدیر ہیں اور مروجہ مجالس ذکر کی نشر و اشاعت گویا اُن کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اُنہوں نے "الارشاد" (نومبر و دسمبر ۱۹۹۷ء) میں ایک مفصل مضمون بعنوان: "مجالس ذکر ایک علمی اور تحقیقی جائزہ"

شائع کیا ہے۔ اور انہوں نے یہ مضمون خدام الدین وغیرہ دوسرے رسائل میں بھی شائع کرایا ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے اپنی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے غلط استدلالات پیش کیے ہیں۔ اور بعض حوالہ جات پیش کرنے میں خیانت بھی کی ہے۔ کاش کہ وہ یہ مضمون نہ لکھتے اور جو دماغ اور وقت اُنہوں نے اِس میں صرف کیا ہے اور بطور ایک مشن وہ محنت کر رہے ہیں، اتنا وقت وہ اپنی اصلاح میں لگاتے تو کچھ کام بن جاتا۔ اُنہوں نے حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر کو بھی بطور حجت پیش کیا ہے اور بعض دوسرے حضرات بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ:

۱ ...... فعل مشائخ حجت نہ باشد

۲ ...... بزرگوں کے بعض تفردات ہوتے ہیں جو قابل اتباع نہیں ہوتے۔ چناں چہ حضرت لاہوریؒ اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چناں چہ فرمایا:

”زندہ دلی کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ لیکن اولیائے کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا منع ہے، میری تحقیق یہی ہے۔ اور اگر کسی اور کام کے لیے کسی جگہ جائیں تو پھر اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے

حاضری دینا جائز ہے۔" (مجلس ذکر ج۳: ص۲۶)

حالاں کہ اکابر مشائخ اہل سنت دیوبند اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

چناں چہ حضرت مدنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا کرے۔ اور فراغت کے اوقات میں ان کے مزاروں پر بیٹھ کر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کرے۔[1]

اور حضرت لاہوریؒ کے متوسلین اور خلفاء نے بھی غالباً حضرت لاہوریؒ کی مندرجہ تحقیق پر عمل نہیں کیا اور وہ مزارات اولیاء کے لیے سفر کرتے رہتے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

ذکر جہر کا مقصد

(ا) ...... حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں:

"غرض یہ ہے کہ ذکر جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں۔ نہ ذکر زیادہ بلند آواز سے کرنا چاہیے نہ بہت آہستہ آہستہ۔ بعض نووارد آ جاتے ہیں، جن کو اس بات کا علم نہیں ہوتا، اِس لیے وہ بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں۔

تربیت یافتہ احباب کا فرض ہے کہ ان کو روک دیا کریں۔

[1] سلاسل طیبہ، مؤلفہ: حضرت مدنی قدس سرہٗ

آہستہ سے کان میں کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنا رہے۔[1]

(۲) ...... حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انورؒ نے فرمایا:

"حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے۔ اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں۔ کوئی شخص اس میں شریک ہو جائے تو چشم ما روشن دل ماشاد۔ اگر نہ شریک ہو تو ہم اسے مجبور نہیں کرتے۔ لیکن جو انسان بھی اس مجلس ذکر میں اللہ کی رضا کے حصول کے لیے شامل ہوتا ہے، خالی نہیں لوٹتا۔ بلکہ اللہ کی طرف سے جھولیاں بھر کر واپس ہوتا ہے۔ اکٹھے ہو کر ذکر کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ بدوں کی بھی قبولیت ہو جاتی ہے۔ حضرت نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا تھا۔ حالاں کہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درسِ قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔ مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔[2]

---

1 مجلس ذکر ح ۵: ۱۰۸۔ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء ایضاً ملاحظہ ہو ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۳۱ جولائی ۱۹۹۸ء

2 ہفت روزہ خدام الدین لاہور، ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر اور مروجہ مجلس ذکر میں بڑا فرق ہے۔ اب تو مجالس ذکر خوب بلند آواز سے لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ کی جاتی ہیں۔ چناں چہ میں نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑ راولپنڈی کی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مجلس ذکر کی کیسٹ سنی ہے۔ مجلس ذکر کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور لوگوں کو بلا بلا کر مجلس ذکر میں شامل کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ کسی مستحب عبادت کے لیے (تداعی) لوگوں کو بلانا جائز نہیں۔[1]

ایک دفعہ لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کے اجلاس میں حاضری کے بعد منچن آباد ضلع بہاول نگر کے جلسہ میں شرکت کے لیے بذریعہ ریل مولانا عبید اللہ انور صاحب کے ساتھ گیا۔ راستے میں مولانا مرحوم سے میں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا بنایا ہوا ہے کہ فلاں ماسٹر کو، فلاں حافظ کو، فلاں صوفی کو مجلس ذکر کی اجازت دیتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ خود حضرت لاہوری نے مرکز میں بھی مجلس ذکر ختم کر دی تھی۔ پھر ہم نے عرض کر کے مجلس ذکر جاری کرائی، تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کو اس کے مفاسد پر نظر ہو گئی ہو گی۔ اور جو مروجہ مجالس ذکر کا حال ہے اگر یہ حضرت کی زندگی میں ہوتا تو آپ مجلس ذکر سے دوسروں کو بھی روک دیتے۔ کیوں کہ مفاسد کی وجہ سے امر مستحب بھی بدعت قرار دیا

---

[1] ملاحظہ ہو براہین قاطعہ از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ

جا سکتا ہے۔ اور اب تو مجلس ذکر گویا پیری مریدی کے لیے لازم سمجھی جاتی ہے۔ چناں چہ رسائل میں شائع ہوتا ہے فلاں حضرت صاحب نے فلاں جگہ مجلس ذکر کرائی اور فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائیں گے۔

اکابر اہل سنت

اکابر اہل سنت دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کیں اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی کرائی ہیں۔

خادم اہل السنت حافظ عبد الوحید الحنفی

(۱) ...... ارشادِ خداوندی:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۔[1]

(آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کر، اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس میں انفرادی طور پر بھی آہستہ آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا

[1] سورۃ الاعراف:۲۰۵

ہے۔ چہ جائیکہ جماعتی طور پر بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ تعجب ہے کہ مروجہ مجالس ذکر کے داعی حضرات اس حکم خداوندی کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲) ...... حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ آیت ”اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ (الاعراف:۵۵)
کے تحت لکھتے ہیں:

”ثم اجمع العلماء علی ان الذکر سرًا ھو افضل، و الجھر بالذکر بدعۃ، الا فی مواضع مخصوصۃ ...... الحاجۃ فیھا الی الجھر کالاذان و الاقامۃ و تکبیرات التشریق و تکبیرات الانتقال فی الصلوٰۃ للامام و الشیخ للمقتدی اذا ثاب تائیۃ و التلبیۃ فی الحج و نحو ذلک۔“[1]

تمام علماء کا اِس بات پر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے اور ذکر جہر بدعت ہے مگر اُن مقامات پر جہاں جہر کی شرعی ضرورت پیش آئے۔ مثلاً اذان، اقامت، اور یا عید الاضحیٰ (عید قربان) کے ایام کی تکبیریں اور امام کے نماز میں رکوع و سجود وغیرہ کی طرف انتقال کی تکبیریں یا امام بھول جائے تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا یا تلبیہ یعنی ایام حج میں لبیک لبیک بلند آواز سے کہنا۔ وغیرہ“

1 تفسیر مظہری:۳/ ۵۵

(۳) ...... اور مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ میں ہے:

"منع از ذکر جہری کنند کہ بدعت است با آنکہ ذوق و شوق می بخشد۔" (دفتر اوّل، ح ۴، مکتوب ۲۳۱)

یعنی اگرچہ ذکر جہر سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے مشائخ نقشبندیہ اس سے منع کرتے ہیں۔

اور اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکر جہر کی اجازت دی ہے وہ بعرضِ علاج ہے۔ خود جہر مقصود نہیں ہے۔ بہر حال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں۔ ان کو ترک کرنا چاہیے۔"

بخوف طوالت یہاں اختصار سے عرض کیا گیا ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ مروجہ مجالس ذکر کے متعلق تفصیلاً کچھ لکھنے کا ارادہ ہے۔ و اللہ الموفق۔

حضرت لاہوریؒ کے خلفاء میں سے مولانا جہلمی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے ذکر کے سلسلے میں بھی اکابر مشائخ اہل سنت دیوبند کے طرز عمل کی پیروی کی اور کبھی بھی مروجہ مجالس ذکر کے طریقہ پر مجلس ذکر نہیں کرائی۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یارؓ ...... فخر اہل سنت مولانا عبد اللطیف جہلمی نمبر ...... جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء)

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

باب2

اجتماعی ذکر بالجہر سے متعلق ایک اہم فتویٰ

حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مد ظلہم، چکوال

فتویٰ نمبر: ۱۴۳۵ / ۱۰۷

سوال: ہمارے ہاں ایک مولانا صاحب کچھ عرصہ سے ذکر جہر اجتماعی مراقبہ کی حالت میں کروارہے ہیں۔ سب سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے، پھر کلمہ طیبہ لآ اِلٰہ الا اللّٰہ سو مرتبہ، پھر اِلّا اللّٰہ سو مرتبہ، پھر اللّٰہ اللّٰہ سو مرتبہ اور پھر اللّٰہ ھو سو مرتبہ بلند آواز میں پڑھا جاتا ہے۔ آخر میں دعا کرتے ہیں اور کوئی میٹھی چیز ہو تو وہ بھی تقسیم کرتے ہیں۔ اِس سب کا شمار وہ تسبیح پر کرتے ہیں۔

انہوں نے لوگوں کو قائل کرنے کے لیے علمائے دیوبند کے مختلف علماء کے حوالے بھی دے رکھے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت (مولانا) قاضی (مظہر حسین) صاحبؒ سے بھی منسوب کیے ہوئے ہیں۔ براہِ مہربانی علماء دیوبند کا اِس کے متعلق عقیدہ صحیح بتائیں تاکہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جائے۔

(المستفتی) محمد فاروق ولد سخی محمد چتال

03335784937

عبدالوحید الحنفی

الجواب ومنہ الصدق والصواب

ذکر آہستہ اور آواز سے جائز اور درست ہے۔ لیکن 'اہتمام اور تداعی' کے ساتھ اجتماعی ذکر کی مجالس منعقد کرانا اور پھر اس میں مخصوص طریقے اور ہیئت کے ساتھ ذکر کرنا سنت اور عمل صحابہؓ سے ثابت نہیں اور نہ ہی اکابر علماء دیوبند کا ایسا معمول تھا۔ بغیر تداعی اور اعلان اور بغیر کسی اہتمام کے اتفاق سے کچھ لوگ اکٹھے ہو گئے اور اپنا اپنا ذکر کرتے ہیں، یہ بھی اجتماعی کی شکل ہے، لیکن حقیقت میں اجتماعی ذکر نہیں۔

(۱) ...... ارشاد خداوندی ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِينَ۔[1]

(آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ) اے شخص! اپنے رب کو یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ، صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔ (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

اس میں انفرادی طور پر بھی آہستہ آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چہ جائیکہ جماعتی طور پر بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ تعجب ہے کہ

[1] سورۃ الاعراف:۲۰۵

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مروجہ مجالس ذکر کے داعی حضرات اِس حکم خداوندی کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں!؟

(۲) ...... حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ آیت "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ (الاعراف: ۵۵) کے تحت لکھتے ہیں:

"ثم اجمع العلماء علی ان الذکر سرًا ھو افضل، و الجھر بالذکر بدعۃ، الا فی مواضع مخصوصۃ ...... الحاجۃ فیھا الی الجھر کالاذان و الاقامۃ و تکبیرات التشریق و تکبیرات الانتقال فی الصلوٰۃ للامام و الشیخ للمقتدی اذا ثاب تائبۃ و التلبیۃ فی الحج و نحو ذلک۔"[1]

تمام علماء کا اِس بات پر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے اور ذکر جہر بدعت ہے مگر اُن مقامات پر جہاں جہر کی شرعی ضرورت پیش آئے۔ مثلاً اذان، اقامت، اور یا عید الاضحیٰ (عید قربان) کے ایام کی تکبیریں اور امام کے نماز میں رکوع و سجود وغیرہ کی طرف انتقال کی تکبیریں یا امام بھول جائے تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا یا تلبیہ یعنی ایام حج میں لبیک لبیک بلند آواز سے کہنا۔ وغیرہ

(۳) ...... مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ میں ہے:

1 تفسیر مظہری: ۳ / ۵۵

خادم سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

"منع از ذکر جہری کنند کہ بدعت است با آنکہ ذوق و شوق می بخشند۔" (دفتر اوّل، ح۴، مکتوب ۲۳۱)

یعنی اگرچہ ذکر جہر سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے مشائخ نقشبندیہ اس سے منع کرتے ہیں۔[1]

(۴) ...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک جماعت کو دیکھا جو مسجد میں ذکر بالجہر اور درود شریف پڑھنے میں مشغول تھی۔ آپ نے ان کو بدعتی قرار دیا اور مسجد سے نکال دیا۔

یہ واقعہ فقہ اور حدیث دونوں کتابوں میں مذکور ہے۔ جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"عن ابن مسعود انہ سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھراً فراح الیھم وقال ماعھدوا ذلک علی عھدہ علیہ الصلوٰۃ و السلام و ما اراکم الا مبتدعین، فما زال یذکر ذلک حتی اخرجھم من المسجد۔" (حموی، بزازیہ، بحر، شامی)

اس واقعہ میں قوم کے جس عمل پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بدعت کا فتویٰ دے کر ممنوع قرار دیا تھا وہ ان کا بہ ہیئت اجتماعی خاص مسجد میں جہر سے ذکر اور درود پڑھنا تھا۔ اور اس کو اس بنا پر ممنوع نہیں

[1] بحوالہ حق چاریارؓ جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

کہا تھا کہ وہاں کسی نائم (سونے والے) یا نمازی یا تلاوت کرنے والے کو اذیت پہنچنے کا خطرہ تھا یا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ان کے دلوں کی صفت ریا کا علم ہو گیا تھا۔ بلکہ ممانعت کی بنیاد اِس بات پر رکھی گئی تھی کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اس طرح ذکر کرنا معہود نہ تھا تو بدعت فی الدین ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا۔ اسی بنیاد پر فرمادیا گیا کہ ما اراکم الا مبتدعین۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اِس فتوے سے قائلین حرمت الجہر بالذکر کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چناں چہ انہوں نے پہلے بصورت دعویٰ یہ ذکر کیا ہے: "فی فتاویٰ قاضیخان الجہر بالذکر حرام" اور اس کے بعد دلیل کے طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ انہوں نے ذکر کیا ہے۔ جس سے صاف واضح ہے کہ مسجد میں ذکر بالجہر جن فقہاء کے نزدیک حرام ہے وہ خطر اذیت کی بنا پر نہیں بلکہ ابتداع اور احداث فی الدین کی وجہ سے حرام ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۲ / ۹۷،۹۸)

بہر حال تحقیق مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ ذکر بالجہر ذریعہ اذیت الی الغیر ہو یا وہ کسی ایسے طریقے سے ہو جو حضور ﷺ سے ثابت نہ ہو جس کی وجہ سے وہ بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے تو ممنوع اور ناجائز ہو گا۔ چوں کہ واقعہ مسئول عنہا میں بھی ذکر بالجہر غیر ثابت طریقہ سے ہے۔ اس لیے لامحالہ بدعت کی حد میں داخل ہو کر ممنوع ہو گا۔ اِس

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عمل کی حالت اُس قوم کے عمل کی حالت سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے جس پر ابن مسعودؓ نے مبتدعین کا حکم لگایا تھا۔ اِس بناء پر یہ بھی اس کی طرح بدعت ہو کر ممنوع قرار پائے گا۔(فتاویٰ حقانیہ:۲ / ۱۰۰)

(۵) ...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ لکھتے ہیں:

جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر مشروع فرمایا ہے اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے۔...... یا مثلاً نماز کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ اجتماعی طور پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے۔ اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہو گا۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۶) ...... فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے نقل کیا ہے:

رفع الصوت بالذکر حرام وقد صح عن ابن مسعود انه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یهللون و یصلون علی النبی ﷺ جهراً فراح الیهم و قال ما عهدوا ذلک علی عهده علیه الصلوٰة و السلام و ما اراکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذلک حتی اخرجهم من المسجد[2]

[1] اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۱ / ۱۱۳، ۱۱۴

[2] بزازیہ بر حاشیہ فتاویٰ عالمگیری: ۶ / ۳۷۸

(ترجمہ) بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ سے بسند صحیح منقول ہے، آپ نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کر رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے آں حضرت ﷺ کے زمانے میں یہ چیز نہیں دیکھی۔ میرا خیال ہے تم بدعت کر رہے ہو۔ آپ بار بار یہی کہتے رہے۔ یہاں تک ان کو مسجد سے نکال دیا۔

اس سے معلوم ہو گیا آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور گا گا کر درود و سلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے رواج نکالا ہے، بدعت ہے اور اس سے مساجد کو پاک کرنا لازم ہے۔

(۷) ...... حضرت مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مفتی عبد الستار صاحبؒ کے فرامین:

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبد الواحد صاحب کے فقہی مضامین میں اس مسئلہ کی تفصیل ہے۔ اس سے کچھ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت مدنیؒ کا فرمان:

اور اگر کوئی صورت جمع کی نکالی جائے تو یہ ممکن ہے کہ کوئی چیز ہر دو صاحبوں نے اس جماعت میں ایسی مشاہدہ کی جو زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ تھا، اس بناء پر منع کیا، نہ کہ نفسِ اجتماع بالذکر اور اس کی مباح کیفیت کو۔ اور اگر اس

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

میں کوئی تخصیص ایسی کی جائے جو کہ محط انکار ہو سکتی ہے تو حلق ذکر میں کسی خاص کیفیت منکرہ پر یہ ممانعت محمول ہو گی۔[1]

حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی یہ تحریر ہمارے ذکر کردہ مضمون کے موافق ہے اور اس کی تائید کرتی ہے۔ معارضہ کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے ہم نے جمع (بین الاحادیث) کی صورت کو لیا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ دونوں ہی نے اس جماعت میں جو بات مشاہدہ کی جو کہ زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ بھی تھا۔ وہ اجتماعی ذکر کرنے کا التزام تھا۔ یہی بات محط انکار ہے اور یہی وہ خاص کیفیت منکرہ ہے جس پر ممانعت محمول ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ طبرانی میں ہے: فامرھم ان یتفرقوا۔ (حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ان کو متفرق ہونے کا حکم دیا) اور یہ حکم اس لیے تھا کہ ان کے ذکر میں تفرق ہو جائے۔ ورنہ مسجد میں ہوتے ہوئے ان کے تفرق ابدان سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا بلکہ مجلس قائم رہتی۔ علاوہ ازیں ہم ممانعت کو مطلق بھی نہیں لیتے اور وہ مجالس جو تداعی کے بغیر ہوں اور جن میں اجتماعی ذکر کا التزام نہ کیا گیا ہو اُن مجالس ذکر کو جائز سمجھتے ہیں اور صرف اُن مجالس ذکر کی تخصیص کرتے ہیں جن کے لیے تداعی کی گئی ہو یا جن میں اجتماعی ذکر کا التزام کیا

---

[1] مکتوبات ج ۲

گیا ہو کہ یہ محط انکار ہو سکتی ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے تائید:

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی اور تکبیر و تسبیح تہلیل ہی تھا مگر ان کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ناجائز اور بدعت تھا۔ اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ تھی صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ مطلوب اور محبوب ہے مگر اس کے لیے یہ اہتمام و اجتماع کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا تھا، ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بطور خود جس قدر چاہے ذکر اللہ کرے، لیکن یہ اختیار نہیں ایک جدید اور نئی صورت ایجاد کرے اور پھر اسے طریق شرعی اور موجب ثواب اعتقاد کرے۔[1]

حضرت مفتی عبد الستار صاحب مدظلہ کے فتویٰ سے تائید:

خیر الفتاویٰ (۲ / ۲۰۸) میں مولانا مفتی عبد الستار مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا انکار کسی ہیئت خاصہ کی بناء پر تھا نفس

---

[1] کفایت المفتی: ۴ / ۱۲۱

اجتماعی ذکر پر نہ تھا۔ اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں یا ایک کہلائے باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دہرائے جیسے بچوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔ اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محل کلام ہیں۔ اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں، کسی دوسرے کے ذکر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں۔ وقت و محل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے، لیکن نفسِ ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے، یہ درست ہے۔ پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انکار پہلی اور دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔[1]

(۸) ...... حضرت تھانویؒ کا فرمان:

اجتماع کے ساتھ ذکر اگر بلا التزام و بلا اعلان ہو، مضائقہ نہیں اور بجز حافظ صاحب کے اور کوئی تیسرا ابھی نہ ہو۔ (تربیت السالک: ۲/ ۹۲۵)

دوسرے مقام پر فرمایا:

الجواب ...... آئندہ اندیشہ ضرور ہے۔ بطور خود جو چاہیں ذکر و شغل کریں یہ بھی ممکن ہے۔ اہتمام اجتماع کا بند کرنا چاہیے۔[2]

1 فقہی مضامین، از: مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب: ۲۰۸

2 تربیت السالک: ۲/ ۸۱۷

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۹) ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ صاحب کا تبصرہ:

اس ناکارہ کو معلوم نہیں کہ حضرت شیخ التفسیرؒ کے یہاں حلقہ کے ذکر کی کیا صورت ہے، لیکن اجتماعی ذکر میں تو بظاہر کوئی اشکال نہیں، ایک جگہ جمع ہو کے لوگ اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں۔ یہ کئی نوع سے موجب تاثیر ہے، لیکن حلقہ کے متعلق اپنے اکابر سے کچھ پسندیدگی کے الفاظ سننے میں نہیں آئے۔[1]

نوٹ: حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے جو اجتماعی ذکر کی صورت بیان کی کہ ایک جگہ جمع ہو کے لوگ اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں یہ وہی صورت ہے جو مفتی عبدالستار صاحبؒ کی تحریر میں ذکر ہوئی۔

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کا ایک خط اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے جواب سے اقتباسات:

حضرت مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"یہاں جماعت کے امیر صاحب نے اہتمام ذکر کی تجویز کی ہے اور تقریباً ۲۶ آدمیوں نے اس کے لیے نام پیش کیے ہیں، مغرب کے

---

[1] تربیت اسا کین: ٦١٠

بعد لوگ ذکر کریں گے۔ ان کی تین جماعتیں بنادی گئی ہیں، ٦ روز مرکز میں برابر ذکر ہوا کرے گا اور ساتویں روز اجتماع کا ہے، اس روز اخیر میں سب یکجائی ذکر کریں گے اور اس کی ذمہ داری اس ناکارہ کے سر ڈالی ہے۔

اقتباس جواب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ:

دل تو بہت چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ کسی طرح جاری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ شانہ' مدد فرمائے اور خدا کرے کہ آپ کے ہی ذریعہ یہ سلسلہ چلے۔ اس لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو۔ مثلاً یہ ایک حلقہ میں سب کا ذکر نہ ہو، علیحدہ علیحدہ نشستیں تجویز کریں۔ اس کو آپ ہی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں بھی نہ ہو، مدرسہ قدیم میں جیسے متفرق لوگ کرتے رہتے ہیں اس میں مضائقہ نہیں۔

(یہاں بھی ذکر کی تیسری صورت کی طرف اشارہ ہے جو خیر الفتاویٰ کے حوالے سے ذکر ہوئی کہ اجتماعی ذکر کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ سب آواز ملا کر اکٹھا ذکر کریں، دوسرا یہ کہ ایک ذکر کرائے باقی مل کر کریں۔ یہ دونوں بدعت کی صورتیں ہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سب ایک جگہ جمع ہوں لیکن ذکر اپنا اپنا کریں۔ یہ بظاہر اجتماعی لیکن

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حقیقت میں انفرادی ذکر ہے۔)

مفتی صاحبؒ نے اسی مکتوب میں مزید لکھا کہ:

ان سب کے لیے احقر پریشان ہے کہ کیا کرے بغیر بیعت کے ذکر جہر مناسب ہے یا نہیں۔

جواب حضرت شیخ الحدیثؒ: مناسب نہیں۔

مفتی صاحبؒ نے یہ بھی لکھا کہ: سو کلمہ درود شریف استغفار میں تو غالباً مضائقہ نہ ہو گا۔

جواب: جہر سے نہ ہو۔ (تربیت السالکین: ۱۵۶)

(۱۰) ...... حضرت قائد اہل سنت کا مؤقف:

سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت قاضی صاحب (حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ) کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ اب (حالاں کہ) حضرت صاحبؒ کی طرف اِسی کی نسبت بہت بڑا دھوکہ ہے، حضرتؒ نے کبھی بھی اِس کی تائید نہیں کی، بلکہ بھرپور تردید کی ہے۔ حضرتؒ کی تحریرات اِس پر شاہد ہیں۔ حضرتؒ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:

اکابر اہل سنت

اکابر اہل سنت دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب

تھانویؒ اور شیخ العرب و العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کیں اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی کرائی ہیں۔

اپنی تحریر کے آخر میں فرمایا:

اور اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکر جہر کی اجازت دی ہے وہ بعرضِ علاج ہے۔ خود جہر مقصود نہیں ہے۔ بہر حال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں۔ ان کو ترک کرنا چاہیے۔[1]

حضرتؒ نے اس بات کو ایک دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

قادریہ کے نزدیک ذکرِ جہر بطور وظیفہ جائز ہے لیکن کسی کے نزدیک ضروری نہیں اور نہ ذکر جہر کو مسنون قرار دیتے ہیں۔ ذکر جہر تو مبتدی کے لیے بطور علاج کے ہے کہ ایک طرف توجہ اور یکسوئی رہتی ہے اور چوں کہ ذکر جہر میں مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اس لیے اکابر مشائخ دیوبند حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوری رحمہم اللہ تعالیٰ نے مروجہ مجالس ذکر منعقد نہیں کرائیں۔ نہ ہی اپنے خلفاء کو حکم دیا اور نہ ہی ان کے

[1] ماہنامہ حق چار یارؓ حضرت جہلمیؒ نمبر جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سلسلوں میں اجتماعی ذکر کا عمل پایا جاتا ہے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کے بعض خلفاء سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجالس ذکر حضرت شیخ الحدیثؒ نے نہیں کرائیں۔

علاوہ ازیں یہ اصول تو موجود ہے کہ مستحب عمل میں تداعی (یعنی دوسروں کو بلا کر کرنے سے) بدعت بن جاتا ہے۔ چناں چہ شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے "براہین قاطعہ" میں میلاد مروجہ کے سلسلہ میں اس امر کی وضاحت فرمائی کہ کوئی عمل مندوب و مستحب بھی تداعی سے بدعت بن جاتا ہے اور اگر عوام اس کو واجب اور ضروری سمجھنے لگیں تو وہ بھی بدعت بن جاتا ہے۔

اور قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کا بھی خصوصی فتویٰ نقل کیا گیا ہے کہ:

ذکر مستحب و مندوب ہے لیکن تداعی سے بدعت بن جاتا ہے۔ البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے۔ کیوں کہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے۔

اور ذکر اللہ کے بارے میں حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ:

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

ذکر اللہ اس وقت مقبول ہے کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو نہ بطور بدعت و معصیت کے، پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہو گا اس کی شرکت بھی ممنوع ہو گی اور منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے۔ وعظ و درس فرض ہے اس کے واسطے اہتمام کرنا ضروریات دین سے ہے۔(ایضاً، براہین قاطعہ:۱۱۳)

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

رضوان المصطفیٰ عفااللہ عنہ

جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

۸ / ۹ / ۱۴۳۵ھ

۷ / ۷ / ۲۰۱۴ء

الجواب صحیح...... جمیل الرحمٰن عفااللہ عنہ

خادم: دار الافتاء جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال ...... رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت ابو موسیٰ اشعری و ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات سے ثبوت

(۱) امام دارمیؒ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حکم بن مبارک نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یحییٰ بن عمرو سے سنا۔ انہوں نے اپنے والد عمر بن سلمۃ سے سنا کہ:

كُنَّا نَجْلِسُ عَلٰى بَابِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَاِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ، فَجَاءَ نَا اَبُوْ مُوسَى الْاَشْعَرِیُّ فَقَالَ: اَخَرَجَ اِلَيْكُمْ اَبُوْعَبْدِالرَّحْمٰنِ بَعْدُ؟ قُلْنَا: لَا، فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّٰى خَرَجَ، فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا اِلَيْهِ جَمِيْعاً، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوسٰى: يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ اِنِّیْ رَاَيْتُ فِی الْمَسْجِدِ آنِفاً اَمْراً اَنْكَرْتُهٗ، وَ لَمْ اَرَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اِلَّا خَيْراً۔ قَالَ: فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ: اِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ۔ قَالَ: رَاَيْتُ فِی الْمَسْجِدِ قَوْماً حِلَقاً جُلُوْساً يَنْتَظِرُوْنَ الصَّلَاةَ، فِیْ كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ، وَ فِیْ اَيْدِيْهِمْ حَصًى فَيَقُوْلُ: كَبِّرُوْا مِائَةً، فَيُكَبِّرُوْنَ مِائَةً، فَيَقُوْلُ: هَلِّلُوْا مِائَةً، فَيُهَلِّلُوْنَ مِائَةً، وَيَقُوْلُ: سَبِّحُوْا مِائَةً فَيُسَبِّحُوْنَ مِائَةً۔ قَالَ: فَمَا ذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئاً انْتِظَارَ رَاْيِكَ

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اَوِ انتِظَارَ اَمرِکَ۔ قَالَ: اَفَلَا اَمَرتَهُم اَن يَعُدُّوا سَيِّئَاتِهِم وَ ضَمِنتَ لَهُم اَن لَّا يَضِيعَ مِن حَسَنَاتِهِم۔ ثُمَّ مَضٰى وَ مَضَينَا مَعَهُ حَتّٰى اَتٰى حَلقَةً مِن تِلكَ الحِلَقِ، فَوَقَفَ عَلَيهِم فَقَالَ: مَا هٰذَا الَّذِي اَرَاكُم تَصنَعُونَ؟ قَالُوا: يَا اَبَا عَبدِالرَّحمٰنِ حَصًى نَعُدُّ بِهِ التَّكبِيرَ وَ التَّهلِيلَ وَ التَّسبِيحَ۔ قَالَ: فَعُدُّوا سَيِّئَاتِكُم فَاَنَا ضَامِنٌ اَن لَّا يَضِيعَ مِن حَسَنَاتِكُم شَيءٌ، وَيحَكُم يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا اَسرَعَ هَلَكَتَكُم، هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُم ﷺ مُتَوَافِرُونَ وَ هٰذِهِ ثِيَابُهُ لَم تَبلَ وَ آنِيَتُهُ لَم تُكسَر، وَ الَّذِي نَفسِي فِي يَدِهِ اِنَّكُم لَعَلٰى مِلَّةٍ هِيَ اَهدٰى مِن مِلَّةِ مُحَمَّدٍ، اَو مُفتَتِحِي بَابِ ضَلَالَةٍ۔ قَالُوا: وَ اللّٰهِ يَا اَبَا عَبدِالرَّحمٰنِ مَا اَرَدنَا اِلَّا الخَيرَ۔ قَالَ: وَ كَم مِن مُرِيدٍ لِلخَيرِ لَن يُصِيبَهُ، اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَنَا اَنَّ قَومًا يَقرَءُونَ القُرآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُم، وَ اَيمُ اللّٰهِ مَا اَدرِي لَعَلَّ اَكثَرَهُم مِنكُم۔ ثُمَّ تَوَلّٰى عَنهُم، فَقَالَ عَمرُو بنُ سَلِمَةَ: رَاَينَا عَامَّةَ اُولٰئِكَ الحِلَقِ يُطَاعِنُونَا يَومَ النَّهرَوَانِ مَعَ الخَوَارِجِ[1]

ترجمہ: ہم فجر کی نماز سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دروازے پر بیٹھتے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گھر سے تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ (فجر کی نماز کے لیے) مسجد جایا

1 سنن الدارمی، باب فی کراھیۃ اخذ الرای۔

کرتے تھے۔ اسی دوران ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ کیا ابو عبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) ابھی گھر سے تشریف نہیں لائے؟ ہم نے کہا کہ نہیں، تو وہ ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گھر سے باہر تشریف لائے تو ہم سب کھڑے ہو گئے۔ پھر حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی بات دیکھی ہے جو میں نے بری سمجھی (کیوں کہ یہ بات حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ سے ثابت نہیں) اور الحمدللہ میری نیت خیر اور بھلائی یعنی اصلاح کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ کیا بات ہے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ بھی جلد ہی دیکھ لیں گے۔ وہ یہ ہے کہ میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے حلقے بنا رکھے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں۔ اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو تو لوگ سو مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو بار لا الہ الا اللہ کہو تو سو بار لا الہ الا اللہ کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ سبحان اللہ کہو تو وہ سو دفعہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا کہ پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا؟

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں کچھ نہیں کہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ (موجودہ طرزِ عمل کے بجائے) اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ (اپنے گناہ شمار کرنے کی صورت میں) ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہو گی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں ان لوگوں کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوئے۔ پھر ان سے پوچھا یہ میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر، تہلیل اور تسبیح شمار کر کے پڑھ رہے ہیں (اور ہم کوئی گناہ والا کام نہیں کر رہے) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم اپنے گناہوں کو شمار کرو اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس صورت میں تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ ہو گی۔ اے امتِ محمد ﷺ! تم پر افسوس کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہو گئی کہ تمہارے نبی ﷺ کے یہ صحابہؓ کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپ ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے (اور تم

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اتنی جلدی حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقہ سے ہٹ گئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقے پر ہو جس میں (نعوذ باللہ تعالیٰ) محمد ﷺ کے طریقے سے زیادہ ہدایت ہے (کیوں کہ یہ طریقہ محمد ﷺ کے طریقہ سے ہٹ کر ہے) یا پھر تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو (کیوں کہ یہ عمل بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے) انہوں نے کہا! اے عبداللہ بن مسعودؓ! اللہ کی قسم، ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں جن کو ہرگز خیر حاصل نہیں ہوتی (لہٰذا تمہارا خیر کا ارادہ کرنے سے یہ بدعت والا کام ثواب کا شمار نہیں ہو گا) بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا (اس لیے ان کے حق میں یہ قرآن پڑھنا جو کہ کارِ خیر ہے، ہدایت کا ذریعہ نہیں ہو گا) اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان لوگوں کے پاس سے چلے گئے۔ حضرت عمرو بن سلمہ (اس روایت کے روای) فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگِ نہروان میں لڑ رہی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

تھی (اعاذنا اللہ منہ، ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے، اور اس کے صحیح ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چناں چہ امام دارمیؒ اس کو حضرت حکم بن مبارکؒ سے روایت کرتے ہیں، اور حضرت حکم بن مبارک کو محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔[1]

اور اس روایت کے دوسرے راوی عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ

---

[1] (البخاری فی الادب المفرد و الترمذی) الحکم بن المبارک الباھلی مولاھم ابو صالح الخاشتی۔ ویقال الخواشتی البلخی۔ روی عن مالک و ابی عوانه و الولید بن مسلم و زیاد ابن الربیع و حماد بن زیاد و عباد بن عباد و عبداللہ بن ادریس و عیسی بن یونس و غیرھم۔ وعنه زکریا بن یحیی و یحیی بن بشر البلخیان و عبداللہ الدارمی و اسحاق بن ابراھیم ابن جبلة و آخرون۔ قال ابو عبداللہ ن منده احد الثقات و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال خاشت ناحیة المصلی ببلخ قال البخاری مات سنة ۲۱۳ او نحوھا۔ له عند الترمذی حدیث و احد فی الملحمة الکبری و قلت: و قال ابن المسعانی خواشت من قری بلخ و ھو حافظ ثقة و عدہ ابن عدی فی ترجمة احمد بن عبدالرحمن الوھبی فیمن یسرق الحدیث (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۷۶)

الحکم بن المبارک الباھلی، مولاھم البلخی الخاشتی ابو صالح عن: مالک، و حماد بن زید، و شریک، و محمد بن راشد المکحولی و عنه: ابو محمد الدارمی، و یحیی بن بشر، و یحیی بن زکریا البلخیان، و ثقه ابن حبان و اخرج له الترمذی و البخاری فی کتاب الادب و قد روی عبد بن حمید فی مسندہ عن الدارمی عنه حدیثاً و قع لنا موافقه بعلو من کتاب الدارمی۔ قال البخاری: مات سنة ثلاث عشرة او نحوھا (تاریخ الاسلام و وفیات المشاھیر و الاعلام، تالیف: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الزھبی، تحت ترجمة الحکم بن المبارک الباھلی، مات الحکم بن مبارک مولی باھلة البلخی الخاستی ابو صالح سنة ثلاث عشرة و مائتین او نحوھا (التاریخ الصغیر للبخاری ج ۲ ص ۲۹۹)

ہیں۔[1]

اور عمرو بن یحییٰ ثقہ ہیں، ان کو امام بخاریؒ نے تاریخِ کبیر میں بغیر جرح کے ذکر فرمایا ہے۔[2]

---

[1] ملحوظ رہے کہ بعض نسخوں میں غلطی سے واؤ کے بغیر عمر بن یحییٰ چھپ گیا ہے۔ حالاں کہ صحیح عمرو بن یحییٰ ہے۔ کیوں کہ عمرو بن یحییٰ ہی کے اپنے والد "یحییٰ بن عمرو" اور ان کے اپنے والد "سلمۃ بن عمرو" سے سماعت ثابت ہے۔ اور اس روایت کے اخیر میں عمرو بن سلمۃ کی صراحت بھی ہے۔ نیز ابنِ ابی شیبۃ نے عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ کے پورے نام کے حوالہ سے اس حدیث کا ایک حصہ اس طرح روایت فرمایا ہے:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ بَابِ عَبْدِاللهِ نَنْتَظِرُ اَنْ يَخْرُجَ اِلَيْنَا فَخَرَجَ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ حَدَّثَنَا، اَنَّ قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، وَ اَيْمُ اللهِ لَا اَدْرِيْ لَعَلَّ اَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ، قَالَ: فَقَالَ: عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ: فَرَاَيْنَا عَامَّةَ اُولٰئِكَ يُطَاعِنُوْنَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ (الْمُصَنَّفُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ، كتاب الجمل باب ما ذكر فى الخوارج) وهذا اسناد صحيح، الا ان قوله: "عمر بن يحيى" اظنه خطا من النساخ، و الصواب "عمرو بن يحيى" و هو عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة ابن الحارث الهمدانى۔ كذا ساقه ابن ابى حاتم فى كتابه "الجرح و التعديل (٣/١/٢٦٩) و ذكر فى الرواة عنه جمعا من الثقات منهم ابن عيينة، و روى عن ابى معين انه قال فيه: "صالح"۔ و هكذا ذكره على الصواب فى الرواة عن ابيه، فقال (٤/٢/١٧٦): "يحيى بن عمرو بن سلمة الهمدانى، و يقال: الكندى۔ روى عن ابيه روى عن شعبة و الثورى و المسعودى و قيس بن الربيع و ابنه عمرو بن يحيى"۔ و لم يذكر فيه جرحا و لا تعديلا و يكفى فى تعديله رواية شعبة عنه، فانه كان ينتقى الرجال الذين كانوا يروى عنهم، كما هو مذكور فى ترجمته، و لا يبعد ان يكون فى "الثقات" لابن حبان، فقد اورده العجلى فى "ثقاته" و قال: "كوفى ثقة (عون الودود لتيسير ما فى السلسلة الصحيحة من الفوائد و الردود، كتاب العقيدة)

[2] عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة بن الحارظ الهمدانى الكوفى، سمع اباه، سمع منه سعيد

جبکہ امام بخاریؒ کی عادت جرح کرنے کی ہے۔[1]

اور ابن ابی حاتم نے ابنِ معین سے ان کا ثقہ ہونا نقل فرمایا ہے، نیز ابنِ حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔[2]

اور تیسرے راوی یحییٰ بن وعمرو ہیں، ان کو بھی امام بخاری نے تاریخِ کبیر میں بغیر جرح کے ذکر فرمایا ہے۔ اور امام عجلی نے ان کو

بن سلیمان ویقال: الکندی (التاریخ الکبیر للبخاری ج۶ ص ۳۸۲)

[1] چناں چہ علامہ ابنِ قیم عکرمہ بن ابراہیم کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وَ قَدْ اَعَلَّهُ الْبَيْهَقِيّ بِانْقِطَاعِهِ وَ تَضْعِيْفِهِ عِكْرِمَةَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ۔ قَالَ اَبُو الْبَرَكَاتِ بْنُ تَيْمِيّةَ: وَ يُمْكِنُ الْمُطَالَبَةُ بِسَبَبِ الضّعْفِ فَاِنّ الْبُخَارِيّ ذَكَرَهُ فِي "تَارِيْخِهِ" وَ لَمْ يَطْعَنْ فِيْهِ وَ عَادَتُهُ ذِكْرُ الْجَرْحِ وَ الْمَجْرُوحِيْنَ وَ قَدْ نَصّ اَحْمَدُ وَ ابْنُ عَبّاسٍ قَبْلَهُ اَنّ الْمُسَافِرَ اِذَا تَزَوّجَ لَزِمَهُ الْاِتْمَامُ وَ هَذَا قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ وَ مَالِكٍ وَ اَصْحَابِهِمَا وَ هَذَا اَحْسَنُ مَا اُعْتُذِرَ بِهِ عَنْ عُثْمَانَ۔ (زاد المعاد، مبحث فی قصر الصلاۃ)

اور علامہ ابنِ قیم کا مندرجہ بالا کلام نقل کرنے کے بعد صاحبِ اعلاء السنن فرماتے ہیں:

قلت اراد بهذا الكلام تحسين الحديث، بان راويه قد وثقه البخاری بترک الطعن فيه، و هو توثيق منه فلا يقبل فيه الجرح الا مفسراً و لم يوجد، و بان ابن عباس و احمد و اباحنيفة و مالكا اخذوا به و احتجاج المجتهد بحديث تصحيح له فالحديث حسن (اعلاء السنن، ج۷، ص ۳۲۷، ۳۲۸، باب اذا تزوج المسافر بلداً و له فيه زوجة فليتم و ان لم ينو الاقامة)

[2] عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة بن الحارث الهمدانی سمع اباه روى عنه ابن ابی شيبة و ابن نمير و عبدالله بن عمرو ابراهيم بن موسى و عبدالله ابن سعيد الاشج سمعت ابی يقول ذلک، نا عبدالرحمن قال ذكره ابی عن اسحاق ابن منصور عن يحيى بن معين انه قال عمرو بن يحيى بن سلمة ثقه۔ (الجرح والتعدیل لابنِ ابی حاتم، تحت رقم ۱۴۸۷)

عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة بن الحارث الهمدانی من اهل الكوفة يروی عن ابيه (ثقات ابنِ حبان ج۸ ص ۴۸۰)

ثقہ قرار دیا ہے، ان سے امام ابو حنیفہؒ روایت کرتے ہیں۔[1]

اور چوتھے راوی عمرو بن سلمۃ ہیں، ان کو ابنِ حبان نے ثقہ فرمایا ہے، اور امام بخاری نے تاریخِ کبیر میں ان کا تذکرہ بغیر جرح کے فرمایا ہے، لہٰذا یہ بھی ثقہ ہیں۔[2]

---

[1] یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی و یقال الکندی الکوفی عن ابیہ روی عنہ الثوری و شعبۃ و عاصم الاحول (التاریخ الکبیر للبخاری ج۸ ص ۲۹۲)

یحیی بن عمرو بن سلمۃ کوفی ثقہ وابوہ کوفی تابعی ثقہ (معرفۃ الثقات للعجلی ج۲ ص ۳۵۶، تحت رقم الترجمۃ ۱۹۹۰)

یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی و یقال الکندی روی عن ابیہ روی عنہ شعبۃ و الثوری و المسعودی و قیس بن الربیع و ابنہ عمرو بن یحیی سمعت ابی یقول ذلک (الجرح و التعدیل لابنِ ابی حاتم ج۹ ص ۱۷۶)

یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی عن ابیہ روی عنہ ابو حنیفۃ و الثوری و شعبۃ و المسعودی و آخرون (الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار لابنِ حجر حرف الیاء آخر الحروف، تحت رقم الترجمۃ ۲۶۷، ج ۱ ص ۱۹۰)

یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی، الکوفی۔ حدث (عن): ابیہ۔ روی عنہ: ابنہ عمرو، و مسعر بن کدام، و شعبۃ، و سفیان الثوری، و عبدالرحمن المسعودی، و قیس بن الربیع (غنیۃ الملتمس ایضاح الملتبس لابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب، المتوفٰی ۴۶۳ھ، ج ۱ ص ۴۳۸)

[2] عمرو بن سلمۃ بن الخرب الھمدانی من اھل الکوفۃ سمع علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود و سلیمان بن ربیعۃ روی عنہ ابنہ یحیی و الشعبی و یزید بن ابی زیاد و کان ممن حضر حرب الخوارج بالنھروان و ورد المدائن اخبرنا احمد بن عمر بن روح النھرو انی بھا حدثنا محمد بن ابراھیم بن سلمۃ الکھیلی الکوفی اخبرنا محمد بن عبداللہ بن سلیمادن الحضرمی حدثنا عبداللہ بن عمر بن ابان حدثنا عمرو بن یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی قال سمعت ابی یحدث عن ابیہ و عمرو بن سلمۃ الھمدانی عن عبداللہ ان رسول اللہ ﷺ حدثنا ان قوما یقروؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ و ایم اللہ ما

(۲) امام طبرانیؒ نے بھی اس واقعہ کو اپنی سند کے ساتھ عمرو بن سلمۃ سے اس طرح روایت کیا ہے:

ادری لعل اکثرهم منکم قال راینا عامة اصحاب تلک الحلق یطاعنوننا یوم النهروان مع الخوراج اخبرنا ابن الفضل اخبرنا علی بن ابراهیم المستملی حدثنا ابو احمد بن فارس حدثنا البخاری قال قال لی احمد حدثنا ابو نعیم قال مات عمرو بن حریث و عمرو بن سلمة سنة خمس و ثمانین و دفنا فی یوم (تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج ۱۲ ص ۱۶۲، باب ذکر من اسمه عمرو، تحت رقم الترجمة ٦٦٥٠)

عمرو بن سلمة بن الحارث الهمدانی، و یقال: الکندی الکوفی، والد یحیی بن عمرو بن سلمة...... و ذکره ابن حبان فی کتاب "الثقات"، و قال: مات سنة خمس و ثمانین، و دفن مع عمرو بن حریث فی یوم واحد، و هو اخو عبدالله بن سلمة۔ روی له البخاری فی "الادب" حدیثا واحدا عن عبدالله بن مسعود "ما من مسلمین الا بینهما ستر من الله، فاذا قال احدهما لصاحبه کلمة هجر فقد خرق ستر الله، و اذا قال احدهما للآخر انت کافر، فقد کافر۔ (تهذیب الکمال ج ۲۲ ص ۴۹)

عمرو بن سلمة بن الحارث الهمدانی الکوفی، سمع سلمان بن ربیعة و علیاً رضی الله عنه، قال ابن ابی الاسود حدثنا عبدالواحد عن عاصم: سمع یحیی بن عمرو بن سلمة الکندی: عن ابیه، و قال سعید بن سلیمان حدثنا عمرو بن یحیی بن سلمة: سمع اباه عن ابیه: سمع ابن مسعود رضی الله عنه: حدثنا النبی صلی الله علیه وآله وسلم ان قوما یقرءون القرآن لا یجاوز تراقیهم، قال احمد حدثنا ابو نعیم: مات عمرو ابن حریث و عمرو بن سلمة سنة خمس و ثمانین دفنا فی یوم، و قال ابو عوانة عن الشیبانی عن عامر: اخبرنی عمرو بن سلمة الکندی (التاریخ الکبیر ج ٦ ص ٣٣٧)

عمرو بن سلمة الهمدانی و هو ابن سلمة بن الحارث الکوفی سمع سلمان بن ربیعة عن علی و روی عن ابن مسعود عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم سمعت ابی یقول ذلک قال ابو محمد روی عن عمرو بن سلمة ابنه یحیی و هو یحیی بن عمرو بن سلمة (سمعت ابی یقول اخطا البخاری فی عمرو بن سلمة حیث جمع بینهما و هذا جرمی و ذاک همدانی کذا فیه (الجرح و التعدیل لابنِ ابی حاتم ج ٦ ص ٢٣٥)

فَاَتَی اَبُوْ مُوْسٰی، فَقَالَ: اَخَرَجَ اِلَیْکُمْ اَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ؟ قَالَ: فَخَرَجَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی: مَا جَاءَ بِکَ ہٰذِہِ السَّاعَۃَ؟ قَالَ: ”لَا وَ اللّٰہِ اِلَّا اَنِّی رَاَیْتُ اَمْرًا ذَعَرَنِیْ وَ اِنَّہٗ لَخَیْرٌ، وَ لَقَدْ ذَعَرَنِیْ وَ اِنَّہٗ لَخَیْرٌ، قَوْمٌ جُلُوْسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَ رَجُلٌ یَقُوْلُ لَھُمْ: سَبِّحُوْا کَذَا وَ کَذَا، اِحْمَدُوْا کَذَا وَ کَذَا“، قَالَ: فَانْطَلَقَ عَبْدُاللّٰہِ وَ انْطَلَقْنَا مَعَہٗ حَتّٰی اَتَاھُمْ، فَقَالَ: ”مَا اَسْرَعَ مَا ضَلَلْتُمْ وَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَحْیَاءٌ وَ اَزْوَاجُہٗ شَوَابٌّ، وَ ثِیَابُہٗ وَ آنِیَتُہٗ لَمْ تَغَیَّرْ، اَحْصُوْا سَیِّئَاتِکُمْ فَاَنَا اَضْمَنُ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّحْصِیَ حَسَنَاتِکُمْ“۔ (المعجم الکبیر، حدیث نمبر ۸۵۵۸)

ترجمہ: تو پھر ابو موسیٰ اشعریؓ تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا ابو عبد الرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) ابھی تک گھر سے تشریف نہیں لائے؟ (ہم نے کہا کہ نہیں) تھوڑی دیر بعد حضرت ابنِ مسعودؓ تشریف لے آئے تو حضرت ابو موسیٰؓ سے فرمایا کہ اس وقت آپ کو کیا چیز لے کر آئی ہے؟

تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! کوئی بات نہیں مگر یہ کہ میں نے ایک ایسی بات دیکھی، جس سے مجھے ڈر پیدا ہوا اور وہ بظاہر اچھی بات نظر آرہی ہے۔ اور وہ بات ہی ایسی ہے کہ بظاہر اس کے اچھی ہونے کے باوجود مجھے اس سے ڈر ہو رہا ہے۔ وہ

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ کہ مسجد میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی انہیں کہہ رہا ہے کہ اتنی اتنی تسبیح پڑھو، اور اتنی اتنی حمد کرو۔

یہ سن کر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ان لوگوں کے پاس گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ان کے پاس پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ''کہ تم لوگ اتنی جلدی گمراہی میں مبتلا ہو گئے، دراں حالیکہ ابھی حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ حیات ہیں، اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بوڑھی نہیں ہوئیں، اور آپ ﷺ کے کپڑے اور برتن ابھی تک متغیر نہیں ہوئے۔ تم (اس طرح تسبیحات کو شمار کرنے کے بجائے) اپنے گناہوں کو شمار کرو، میں اللہ پر بھروسہ کر کے ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو شمار فرمائیں گے۔ (ترجمہ ختم)

یہ روایت سند کے اعتبار سے اگرچہ کچھ کمزور ہے۔[1]

لیکن گزشتہ صحیح روایت کے ساتھ اس کے شاہد ہونے کی وجہ سے حسن درجہ میں داخل ہے۔[2]

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

---

[1] قال الهيشمی: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ، وَ فِيْهِ مُجَالِدُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَ ثَقَّهُ النَّسَائِيُّ، وَ ضَعَّفَهُ الْبُخَارِيُّ وَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَ يَحْيَى (مجمع الزوائد، باب الاقتداء بالسلف)

و قال الترمذی: وَ قَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي مُجَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ (ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات)

[2] قال الترمذی و سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(الف) صحابہ کرامؓ میں اس طرح کا اجتماعی ذکر رائج نہ تھا جس میں سب ایک ذکر کا التزام کریں (اور ان ذکر کرنے والے لوگوں میں کوئی صحابی یا جلیل القدر تابعی شامل نہ تھا) اس لیے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس عمل کو برا سمجھا اور حضرت ابنِ مسعودؓ نے بھی اس عمل پر دیکھے بغیر ہی سُن کر سخت نکیر فرمائی، جو اس کے بدعت و محدث ہونے کی دلیل ہے۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

لا يُحْتَجُّ بِهِ۔ وَكَذٰلِكَ مَنْ تَكَلَّمَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ لَهِيعَةَ وَغَيْرِهِم إِنَّمَا تَكَلَّمُوا فِيهِمْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمْ، وَكَثْرَةِ خَطَئِهِمْ، وَقَدْ رَوَى عَنْهُمْ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الأَئِمَّةِ. فَإِذَا تَفَرَّدَ أَحَدٌ مِنْ هَؤُلاءِ بِحَدِيثٍ، وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ لَمْ يُحْتَجَّ بِهِ، كَمَا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: ابْنُ أَبِي لَيْلَى لا يُحْتَجُّ بِهِ، إِنَّمَا عَنَى إِذَا تَفَرَّدَ بِالشَّيْءِ۔ وَأَشَدُّ مَا يَكُونُ هَذَا إِذَا لَمْ يَحْفَظْ الإِسْنَادَ، فَزَادَ فِي الإِسْنَادِ أَوْ نَقَصَ أَوْ غَيَّرَ الإِسْنَادَ أَوْ جَاءَ بِمَا يَتَغَيَّرُ فِيهِ الْمَعْنَى۔ فَامَّا مَنْ اَقَامَ الْاَسْنَادَ وَحَفِظَهُ وَغَيَّرَ اللَّفْظَ فَاِنَّ هَذَا وَاسِعٌ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا لَمْ يَتَغَيَّرُ الْمَعْنٰى۔ (کتاب العلل للترمذی)

ملحوظ رہے کہ اس روایت کے شروع میں راوی نے اس واقعہ کا مغرب اور عشاء کے درمیان وجود پذیر ہونا ذکر کیا ہے۔ مگر پہلی روایت جو کہ اس روایت کے مقابلے میں سند کے لحاظ سے قوی ہے، اس میں اس واقعہ کے فجر سے پہلے ہونے کی صراحت ہے۔ اور مغرب و عشاء کے درمیان پیش آنے والا واقعہ اس سے الگ ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس لیے مغرب و عشاء کے وقت کے بارے میں یہ مؤخر الذکر روایت حسن نہ ہوگی، جیسا کہ امام ترمذی کے مندرجہ بالا کلام سے یہ اصول معلوم ہو رہا ہے۔ وقد صرح بہ غیر واحد من ائمۃ المحدثین۔

[1] چناں چہ اہلِ حق اکابر کی متفقہ دستاویز براہینِ قاطعہ میں ہے:

(ب) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نکیر فرمانا، اس اجتماعی ذکر کی ہیئت پر تھا۔ اسی لیے جواب میں ان لوگوں نے ذکر کرنا بتلایا اور حضرت ابنِ مسعودؓ نے ان کے جواب کے باوجود ان کے اس عمل کو درست قرار نہیں دیا۔

(ج) اس زمانے میں صحابہ کرامؓ کی کثیر جماعت موجود تھی اور وہ اس طرح ذکر نہیں کرتی تھی اور نہ ہی اس طرح کا ذکر حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ اسی لیے ان لوگوں کو تنبیہ کرتے وقت حضرت ابنِ مسعودؓ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی اور آپ ﷺ کے بعض آثار کی موجودگی کا حوالہ دیا اور ان کو ضلالت کا مرتکب فرمایا۔

(د) ان لوگوں نے کسی گناہ کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ خیر و ثواب کا ارادہ کیا تھا لیکن حضرت ابنِ مسعودؓ نے اس کے باجود اسے گناہ قرار دیا۔ کیوں کہ بدعت میں ارادہ نیکی کا ہی ہوتا ہے، مگر وہ اس کے باجود

پس حاصل یہ ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو، خواہ وہ جزئیہ بوجودِ خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، وہ سب سنت ہے۔ اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجودِ خارجی ہوا یا نہ ہوا، وہ سب بدعتِ ضلالہ ہے۔ اور یہ بھی سنو کہ اس زمانہ میں شیوع بلا نکیر دلیل جواز کی ہے اور نکیر ہونا اس پر دلیل عدمِ جواز کی ہے۔ علیٰ ھٰذا اس کی جنس پر نکیر ہونا دلیل اس کے عدمِ جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اس کے جواز کی ہوتی ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۳۲، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

گناہ ہی رہتی ہے۔

(اس کی مزید تفصیل آگے عربی عبارت نمبر ا میں ملاحظہ فرمائیں)

پس اپنے مقصود و مفہوم میں صریح و صحیح روایت کے ہوتے ہوئے بعض حضرات کا تداعی کے ساتھ ایک ذکر کے التزام کی جہری مجالسِ ذکر کو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ و احادیث کی طرف منسوب کرنا کس قدر تعجب خیز امر ہے۔

(۳) محدثِ عظیم حافظ ابو نعیم اصفہانیؒ نے حضرت ابو البختری اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ابو الزعراء سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک اور اسی طرح کا واقعہ روایت کیا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

چناں چہ وہ اس طرح روایت فرماتے ہیں:

اخبر رجل عبداللہ بن مسعود ان قوما یجلسون فی المسجد بعد المغرب فیھم رجل یقول: کبرو اللہ کذا و کذا، سبحوا اللہ کذا و کذا، و احمدو اللہ کذا و کذا۔ قال عبداللہ: فیقولون؟ قال: نعم، قال: فاذا رایتھم فعلوا ذلک فاتنی فاخبرنی بمجلسھم، فاتاھم و علیه برنس له، فجلس فلما سمع ما یقولون قام و کان رجلا حدیدا۔ فقال: انا عبداللہ بن مسعود و اللہ الذی لا اله غیرہ لقد جئتم ببدعة ظلما، و لقد فضلتم اصحاب محمد ﷺ علما، فقال معضد: و اللہ ما

جئنا ببدعة ظلما، و لا فضلنا اصحاب محمد علما، فقال عمرو بن عتبة: یا ابا عبدالرحمن نستغفر اللہ، قال: علیکم بالطریق فالزموه، فو اللہ لئن فعلتم لقد سبقتم سبقا بعیدا، و لئن اخذتم یمینا و شمالا لتضلن ضلالا بعیدا۔[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کے عظیم صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک شخص نے اطلاع دی (ابو الزعراء کی روایت میں اس آنے والے شخص کا نام مسیّب بن نجبۃ مذکور ہے) کہ کچھ لوگ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ہیں اور ایک شخص ان میں سے (دوسروں کو مختلف قسم کے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ اتنی اور اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو، اور اتنی اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو، اور اتنی اور اتنی مرتبہ الحمدللہ کہو (اور دوسرے لوگ اس کے کہنے کے مطابق یہ مخصوص ذکر کرتے ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس اطلاع دینے والے شخص سے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ کیا واقعی وہ لوگ اس طرح کرتے ہیں؟

اس شخص نے کہا کہ جی ہاں واقعی وہ لوگ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس شخص سے فرمایا کہ اب کی مرتبہ وہ ایسا

---

[1] حیلۃ الاولیاء ج۲ ص ۲۵۸۔ تحت ترجمۃ سعید بن فیروز ابو البختری

خادم اہل السنۃ حافظ عبدالوحید الحنفی

کریں تو اس وقت تم ان کی اس مجلسِ ذکر کی مجھے آکر خبر کرنا۔

چناں چہ (اس شخص نے آکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر دی تو) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان لوگوں کے پاس جاکر بیٹھ گئے اور اس وقت آپ کے سر پر لمبی ٹوپی تھی۔ پھر جب ان کے مذکورہ طریقہ پر ذکر کرنے کو اپنے کانوں سے سن لیا تو غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ اور آپ مضبوط آدمی تھے۔

اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں، اللہ وحدہٗ لاشریک کی قسم! یہ کام کر کے یا تو تم نے ایک سیاہ بدعت ایجاد کی ہے، یا پھر تم لوگ علم میں حضور ﷺ کے صحابہ سے بھی آگے بڑھ گئے ہو؟

اس پر مجلس میں موجود معضد نامی شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم نے کوئی سیاہ بدعت نہیں کی اور نہ ہم محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ پر علم میں آگے بڑھے۔

عمرو بن عتبہ نامی شخص نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود) ہم اپنے اس عمل پر اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم پر صحابہ کرامؓ کا طریقہ لازم ہے (جبکہ تمہارا یہ طریقہ صحابہ کرامؓ کا نہیں ہے) اور اللہ کی قسم! اگر تم صحابہؓ کے طریقے کو اختیار کرو گے تو بہت آگے بڑھ جاؤ گے۔ اور اگر تم اس طریقہ سے ذرا بھی دائیں بائیں ہوئے تو تم

ضرور بالضرور دور دراز کی گمراہی میں جا پڑو گے۔(ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔[1]

چناں چہ حضرت ابو الزعراء جو اس واقعے کو حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابنِ مسعودؓ کے شاگرد ہیں۔ امام عجلی اور ابنِ حبان اور ابنِ سعد نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔[2]

---

[1] حافظ ابو نعیم اصفہانیؒ حضرت عطاء بن سائب کی سند سے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: رواہ زائدہ، و جعفر بن سلیمان، عن عطاء، و رواہ قیس بن ابی حازم، و ابو الزعراء، عن عبداللہ بن مسعود فسمی ابو الزعراء الرجل الذی اتاہ، فقال: جاء المسیب بن نجیۃ الی عبداللہ۔

حدثناہ سلیمان، قال: حدثنا علی، قال: حدثنا ابو نعیم، قال: حدثنا سفیان، عن سلمۃ بن کھیل، عن ابی الزعراء، قال: جاء المسیب بن نجیۃ الی عبداللہ، فقال: انی ترکت قوماً فی المسجد، فذکر نحوہ (حلیۃ الاولیاء حوالہ بالا)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے ابو البختری کے علاوہ اس کو حضرت قیس بن ابی حازم اور ابو الزعراء نے بھی روایت کیا ہے، اور اگرچہ ابو البختری کی روایت میں انقطاع پایا جاتا ہے، لیکن قیس بن ابی حازم اور ابو الزعراء کی روایات اس انقطاع سے پاک ہیں۔

ابو البختری اور قیس بن ابی حازم کی روایات تو آگے آتی ہیں، اور ابو الزعراء کی سند پر کلام اوپر مذکور ہے۔

[2] عبداللہ بن ھانی ابو الزعراء من اصحاب عبداللہ ثقہ (الثقات للعجلی، جز۲ ص ۶۵)

عبداللہ بن ھان ابو الزعراء الاکبر الکوفی وثقہ العجلی من الثانیۃ (تقریب التھذیب ج۱ ص ۵۴۳)

ابو الزعراء الاعدل الکبیر اسمہ عبداللہ بن ھان الھمدانی من اھل الکوفۃ یروی عن بن مسعود روی عنہ سلمہ بن کھیل (ثقات ابن حبان ج ۵ ص ۱۴)

و الذی فی الطبقات لابن سعد ابو الزعراء الحضرمی و قیل الکندی روی عن علی و عبداللہ و کان ثقۃ و لہ احادیث و قال العجلی ثقۃ من کبار التابعین (تھذیب التھذیب ج۶ ص ۵۶)

اور حضرت ابو الزعراء سے اس کو روایت کرنے والے سلمہ بن کہیل ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔[1]

اور سلمہ بن کہیلؒ سے روایت کرنے والے سفیان بن عینیہؒ اور ان سے روایت کرنے والے ابو نعیمؒ ہیں۔ یہ دونوں مشہور محدث اور حافظ الحدیث ہیں۔[2]

اور ابو نعیمؒ سے روایت کرنے والے علی بن عبدالعزیزؒ ہیں جو کہ امام اور حافظ الحدیث ہیں اور ان کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں۔[3]

---

[1] سلمۃ بن کھیل الحضرمی ابو یحیی الکوفی ثقہ من الرابعۃ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۷۸)

[2] سفیان بن عینیہ *(ع) ابن ابی عمران میمون مولی محمد بن مزاحم اخی الضحاک ابن مزاحم الامام الکبیر حافظ العصر، شیخ الاسلام، ابو محمد الھلالی الکوفی، ثم المکی (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۴۵۴)

ابو نعیم *(ع) الفضل بن دکین، الحافظ الکبیر، شیخ الاسلام (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۴۲)

[3] علی بن عبدالعزیز * ابن المرزبان ابن سابور: الامام، الحافظ، الصدوق، ابو الحسن البغوی، نزیل مکۃ۔ ولد سنۃ بضع و تسعین و مئۃ۔ و سمع: ابا نعیم، و عفان، و القعنبی، و مسلم بن ابراھیم، و موسی ابن اسماعیل، و اباعبید، و احمد بن یونس، و علی بن الجعد، و عاصم بن علی، و طبقتھم۔ و جمع، و صنف "المسند" الکبیر، و اخذ القراءات عن ابی عبید، و غیرہ ...... و کان حسن الحدیث۔ قال الدار قطنی: ثقۃ مامون۔ و قال ابن ابی حاتم: کتب الینا بحدیث ابی عبید، و کان صدوقا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۳۴۸)

علی بن عبدالعزیز بن المرزبان بن سابور الحافظ الصدوق ابو الحسن البغوی شیخ الحرم و مصنف المسند۔

سمع ابا نعیم و عفان و القعنبی و مسلم بن ابراھیم و اباعبید و خلائق ...... و عاش بضعا و

او علی بن عبد العزیز سے سلیمان بن احمد روایت کرتے ہیں، اور یہ مشہور محدث امام طبرانیؒ کا نام ہے۔[1]

اور روایت میں جو واقعہ مذکور ہے، وہ پہلی روایت کے علاوہ ہے، جس کے قرائن یہ ہیں:

(الف) پہلی روایت میں حضرت ابنِ مسعودؓ کو اطلاع دینے والے مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ہیں۔ جبکہ دوسری روایت میں غیر معروف شخص ہیں یا مسیّب بن نجیہ نامی شخص ہیں۔

(ب) پہلی روایت میں فجر سے پہلے کا ذکر کرنے کا واقعہ مذکور ہے، جبکہ دوسری روایت میں مغرب کے بعد کی وضاحت ہے۔

(ج) پہلی روایت میں مختلف ذکر کے حلقوں کا ذکر ہے، جبکہ دوسری روایت میں مختلف حلقوں کے بجائے ایک ہی حلقہ اور ایک مجلس

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

تسعین عاما، قال الدار قطنی: ثقة مامون۔

و قال ابن ابی حاتم: صدوق۔

و اما النسائی فمقته لکونه کان یاخذ علی الحدیث، و لا شک انه کان فقیرا مجاورا، قال ابن السنی: یلغنی انه کان اذا عوتب علی ذلک قال یا قوم انا بین الاخشبین و اذا ذهب الحجاج نادی ابو قبیس قعیقعان یقول من بقی؟ فیقول: المجاورون، فیقول: اطبق۔ توفی سنة ست و ثمانین و مائتین۔ (تذکرۃ الحفاظ جز ۲ ص ۶۲۳)

[1] الطبرانی* هو الامام، الحافظ، الثقة، الرحال الجوال، محدث الاسلام، علم المعمرین، ابو القاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی، صاحب المعاجم الثلاثة۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۱۹)

کا ذکر ہے۔

(د) پہلی روایت میں حضرت ابنِ مسعودؓ اطلاع ملنے کے فوراً بعد ہی ان لوگوں کے پاس تنبیہ کے لیے گئے تھے، جبکہ دوسری روایت میں جب مجلسِ ذکر قائم ہونے کی اطلاع ملی، اس وقت گئے تھے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ مسعودؓ نے ایک ذکر کے التزام کے عمل کو سیاہ و تاریک بدعت اور صحابہ کرامؓ کے طریقہ سے ہٹنا قرار دیا۔

پس جو لوگ مروجہ اجتماعی ذکر کو؛ جس میں تمام اہلِ مجلس ایک ذکر کا التزام کرتے ہیں، اور اس کے لیے تداعی کرتے ہیں، حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ و احادیثِ رسول ﷺ کی طرف منسوب کر کے سنت قرار دیتے ہیں، یہ درست نہیں۔[1]

(۴) اور حضرت امام، عبدالرزاقؒ، سفیان بن عینیہؒ سے اور وہ بیان بن بشر سے، اور وہ قیس بن ابی حازم سے، اس روایت کو مختصر انداز میں اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

ذکر لابن مسعود قاص یجلس باللیل ویقول للناس، قولوا کذا، قولوا کذا (فقال:) اذا رایتموہ فاخبرونی، فاخبروہ، قال: فجاء عبداللہ متقنعا، فقال: من عرفنی، و من لم یعرفنی

1 مفتی محمد رضوان، اجتماعی ذکر کا شرعی حکم ص ۱۸ تا ۳۲

فانا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، تعلمون انکم لاھدی من محمد و اصحابہ و انکم لمتعلقین بذنب ضلالۃ۔ [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ ایک قصہ گو رات کو بیٹھتا ہے اور لوگوں کو کہتا ہے کہ اس طرح کہو، اور اس طرح کہو (یعنی تکبیر، تہلیل، تمجید اور تسبیح کراتا ہے)

تو حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا کہ جب تم اسے دیکھو تو مجھے خبر کرو، تو لوگوں نے حضرت ابنِ مسعودؓ کو اس کی خبر کی۔

پس حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سر پر لمبی ٹوپی اوڑھ کر آئے اور فرمایا کہ جس نے مجھے پہچان لیا؛ فبہا، اور جس نے نہیں پہچانا تو میں عبد اللہ بن مسعودؓ ہوں، تم یہ (عمل کر کے) سمجھتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ سے زیادہ ہدایت پر ہو، حالاں کہ بلاشبہ تم گمراہی کے گناہ میں پھنسے ہوئے ہو۔ (ترجمہ ختم)

اس روایت میں بعض لوگوں نے قصہ گو کے ذکر سے یہ سمجھ لیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کو قصہ گوئی کی وجہ سے منع کیا تھا، اور اسی کو ضلالت کہا تھا۔ حالاں کہ منع کرنے کی اصل وجہ مخصوص طریقہ پر اجتماعی ذکر کرنا تھی۔ [2]

---

[1] مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر ۵۴۰۸، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۵۵۱ عن عبد الرزاق۔

[2] چناں چہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحبؒ فرماتے ہیں:

اس روایت کی سند بھی درست ہے۔ چناں چہ اس کو روایت کرنے والے امام عبدالرزاقؒ تو مشہور حافظ الحدیث ہیں۔ اور سفیان بن

”اولاً تو اس روایت میں کہیں اشارۃً بھی اس کا ذکر نہیں کہ وہ بے ہودہ اور لایعنی قصہ گوئی کرتا تھا اور درمیان میں کبھی کبھی لوگوں سے ذکر اللہ بھی کروایا کرتا تھا، بلکہ یہ ثابت ہے کہ جو کچھ وہ کہتا جاتا تھا وہی کچھ جملہ اہلِ مجلس کہتے جاتے تھے۔

وثانیاً ہم نے مسند دارمی کی صحیح روایت سے یہ عرض کر دیا ہے کہ وہ سو سو مرتبہ اللہ اکبر، سو سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ اور سو سو مرتبہ سبحان اللہ وغیرہ ان کو پڑھواتا تھا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے پڑھتے جاتے تھے اور ان کا اس اجتماعی رنگ میں ذکر کرنا ہی حضرت ابنِ مسعودؓ کو ناگوار گزرا اور اسی کو انہوں نے بدعتِ ضلالہ کہا اور بدعتِ عظمٰی سے تعبیر کیا۔..........

از راہِ انصاف یہ فرمائیں کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ نے قصہ گوئی کو بدعتِ عظمٰی سے تعبیر کیا ہے یا سنگ ریزوں پر تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھنے کو؟ اور یہ انکار عروض ہیئت جدیدہ کی وجہ سے تھا یا قصہ گوئی کی وجہ سے، اور ان لوگوں نے اپنا قصور سنگ ریزوں اور کنکریوں پر تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھنا بیان کیا ہے یا قصہ گوئی سننا؟ اور حضرت ابنِ مسعودؓ نے ”فعدوا سیئاتکم“ ارشاد فرما کر تکبیر و تسبیح وغیرہ شمار کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس فعل کو بدعت کہا ہے یا اس سے قصہ گوئی کا کنکریوں پر شمار کرنا مراد ہے؟

الغرض.......... یہ تاویل سراسر مردود ہے، حضرت ابنِ مسعودؓ کا انکار صرف عروضِ ہیئتِ جدیدہ کی وجہ سے تھا۔ اسی کی طرف شیخ الاسلام ابن دقیق العید نے اشارہ کیا ہے اور اسی کو قاضی ابراہیم نے ”بصفة لم تكن فى زمن الصحابة“ سے تعبیر کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ حضرت ابنِ مسعودؓ کا انکار مخصوص ہیئت اور خاص کیفیت کے ساتھ اور متعین صفت کے ساتھ ذکر اللہ پر جمع ہونے کی وجہ سے تھا اور اسی کو انہوں نے بدعتِ ظلماء اور بدعتِ عظمٰی اور ضلالت فرمایا ہے۔

وثالثاً لفظِ قاص کے معنٰی لغتِ عربی میں بیان کرنے والا ہے، عام اس سے کہ اچھی بات بیان کرے یا بری۔ ہاں عرف میں قاص قصہ گو کو کہتے ہیں، عام اس سے کہ وہ اچھے قصے بیان کرے یا برے۔ لفظِ قاص سے علی التعین قصہ گو مراد لینا اور قصہ گو سے بے اصل قصہ گو مراد لینا عجیب منطق ہے۔

(راہ سنت ص ۱۲۵ و ۱۲۶، باب چہارم۔ ملخصاً)

عینیہؒ بھی مشہور محدث اور حافظ الحدیث ہیں، جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ اور دوسرے راوی حضرت بیان بن بشر احمسیؒ ہیں، یہ بھی حدیث کے بڑے امام اور ثقہ ہیں۔ [1]

---

[1] بیان بن بشر الاحمسی البجلی، ابو بشر الکوفی المعلم . . . . . قال البخاری، عن علی ابن المدینی: له نحو سبعین حدیثا۔ و قال عبداللہ بن احمد بن حنبل، عن ابیه: ثقة من الثقات۔ و قال اسحاق بن منصور عن یحیی بن معین، و ابو حاتم، و النسائی: ثقة۔ زاد ابو حاتم: و هو احلی من فراس۔ وقال احمدبن عبداللہ العجلی: کوفی ثقة، و لیس بکثیر الحدیث، روی اقل من مئة حدیث۔ وقال یعقوب بن شیبة: کان ثقة ثبتا۔ روی له الجماعة (تہذیب الکمال، تحت ترجمہ رقم ۷۹۲)

بیان بن بشر *(ع) الامام، الثقة، المودب، ابو بشر الاحمسی الکوفی۔ عن انس بن مالک، و طارق بن شهاب، و قیس بن ابی حازم، و الشعبی، و جماعة۔ روی عنه زائدة، و سفیان بن عینیة، و ابن فضیل، و عبیدة بن حمید، و علی ابن عاصم، و آخرون۔ له نحو من سبعین حدیثاً۔ و هو حجة بلاتردد۔ (سیر اعلام النبلاء ج۶ ص۱۲۴)

بیان بن بشر الاحمسی کنیته ابو بشر المعلم من اهل الکوفة یروی عن انس بن مالک روی عنه الثوری و شعبة و الناس (ثقات ابنِ حبان ج۴ ص۷۹)

بیان بن بشر الاحمسی بمهملتین ابو بشر الکوفی ثقة ثبت من الخامسة۔ (تقریب التہذیب ج۱ ص۱۴۱)

قال ابن المدینی له نحو سبعین حدیثا و قال احمد ثقة من الثقات و قال ابن معین و ابو حاتم و النسائی ثقة۔ و زاد ابو حاتم و هو اعلی من فراس و قال العجلی کوفی ثقة و لیس بکثیر الحدیث روی اقل من مائة حدیث و قال یعقوب بن شیبة کان ثقة ثبتا۔ قلت: و قال یعقوب بن سفیان ثقة و قال ابوذر الهروی عن الدار قطنی هو احد الثقات الاثبات و فرق ابو الفضل الهروی و الخطیب فی المتفق و المفترق بینه و بین بیان بن بشر المعلم یروی عن هاشم بن البرید۔ زاد الخطیب لیس لهاشم روایة عن البجلی و مما یدل علی انهما اثنان ان المعلم طائی و الاخر بجلی و ذکره ابن حبان فی الثقات۔ (تہذیب التہذیب ج۱ ص۴۴۴)

بین بن بشر ابو بشر الکوفی الاحمسی المعلم، قال لی صدقة اخبرنا اسحاق الازرق عن

اور تیسرے راوی قیس بن ابی حازمؒ ہیں جن کا اصل نام حصین بن عوفؒ ہے اور یہ کوفہ کے مشہور محدث ہیں اور ان کے والد ابو حازمؓ صحابیٔ رسول ہیں۔[1]

اور ان کا حضرت ابنِ مسعودؓ سے سماع ثابت ہے۔[2]

شریک عن بیان: عن قیس عن المغیرۃ بن شعبۃ عن النبی ﷺ قال: ابردوا بالظهر! و قال لنا موسی عن ابی عوانۃ عن طارق عن قیس عن عمر قوله، و قال وکیع عن ابن ابی خالد: عن قیس: کان یقال، و سمع انسا، روی عنه الثوری و شعبۃ و ابو عوانۃ (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ ص ۱۳۳)

[1] قیس بن ابی حازم، و اسمه حصین بن عوف، و یقال: عوف بن عبدالحارث و یقال: عبد عوف بن الحارث بن عوف بن حشیش بن هلال بن الحارث بن رزاح بن کلفۃ، و یقال: کلیب بن عمرو بن لؤی بن رهم، و یقال: دهر بن معاویۃ بن اسلم بن احمس بن الغوث بن انمار بن اراش بن عمرو ابن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کهلان بن سبأ بن یشجب ابن یعرب بن قحطان البجلی الاحمسی، ابو عبدالله الکوفی۔ و بجیلۃ هم بنو انمار بن اراش، امهم بجیلۃ بنت مصعب بن سعد العشیرۃ۔ ادرک الجاهلیۃ، و هاجر الی النبی ﷺ لیبایعه، فقبض و هو فی الطریق، و قیل: انه رآه یخطب، و لم یثبت ذلک، و ابوه ابو حازم له صحبۃ۔ (تهذیب الکمال تحت ترجمۃ قیس بن ابی حازم)

قیس بن ابی حازم الامام ابو عبدالله الاحمسی البجلی الکوفی محدث الکوفۃ سار لیدرک النبی ﷺ و آله و لیبایعه فتوفی نبی الله و قیس فی الطریق، سمع ابا بکر و عمر و عثمان و علیا و ان عبیدۃ و ابن مسعود رضی الله عنهم و عدۃ من الکبار، و کان عثمانیا، حدث عنه بیان بن بشر و الاعمش و اسماعیل بن ابی خالد و مجالد و آخرون، و ثقه یحیی بن معین و غیره، و قال ابن المدینی قال لی یحیی بن سعید: هو منکر الحدیث، ثم ذکر له حدیث کلاب الحواب، قلت: حدیثه محتج به فی کل دواوین الاسلام۔ توفی سنۃ سبع و تسعین و قیل سنۃ ثمان رحمه الله تعالی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۱)

[2] چناں چہ بخاری شریف کی ایک حدیث اس طرح ہے، جس میں سماع کی تصریح ہے:

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ

(۵) اور امام طبرانیؒ حضرت ابو مسلم کشیؒ سے اور وہ ابو عمر ضریرؒ سے اور وہ حماد بن سلمہؒ سے اور وہ عطاء بن سائبؒ سے اور وہ عبد الرحمٰن سلمیؒ سے اس طرح روایت کرتے ہیں:

كان عمرو بن عتبة بن فرقد السلمي و معضد في اناس من اصحابهما اتخذوا مسجدا يسبحون فيه بين المغرب و العشاء كذا، و يهللون كذا و يحمدون كذا، فاخبر بذلك عبدالله بن مسعود، فقال للذي اخبره: "اذا جلسوا فآذني"، فلما جلسوا آذنه فجاء عبدالله عليه برنس حتّٰى دخل عليهم فكشف البرنس عن راسه، ثم قال: "انا ابن ام عبد، و الله لقد جئتم ببدعة ظلماء، او قد فضلتم اصحاب محمد ﷺ علما، "فقال معضد، و كان رجلا مفوها: و الله ما جئنا ببدعة ظلماء و لا فضلنا اصحاب محمد ﷺ فقال عبدالله: "لئن اتبعتم القوم لقد سبقوكم سبقا مبينا، و لئن جرتم يمينا و شمالا لقد ضللتم ضلالا بعيدا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۵۵۴)

ترجمہ: عمر بن عتبہ بن فرقد سلمی اور معضد اپنے ساتھیوں کے ساتھ

الزُّهْرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔ (بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة)

مل کر ایک مسجد میں مغرب اور عشاء کے درمیان اجتماعی انداز میں لا الٰہ الا اللہ اور الحمدللہ وغیرہ پڑھتے تھے۔

اس واقعہ کی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر کی گئی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے خبر دینے والے کو کہا کہ جب وہ اس مرتبہ مذکورہ مجلسِ ذکر قائم کریں تو مجھے اطلاع دو، پس جب انہوں نے یہ مجلس قائم کی تو اس شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اطلاع دی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سر پر لمبی ٹوپی پہن کر تشریف لائے اور ان کی مجلس میں داخل ہوئے۔ پھر آپ نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور فرمایا کہ میں امِ عبد کا بیٹا ہوں، قسم اللہ کی! بلاشبہ تم سیاہ بدعت کا ارتکاب کر رہے ہو، یا پھر تم (اپنے گمان میں) محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے علم میں زیادہ فضیلت لے گئے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں) تو اس پر معضد نے کہا جو کہ منہ پھٹ آدمی تھا کہ اللہ کی قسم! ہم نے سیاہ بدعت کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہم محمد ﷺ کے صحابہؓ پر فضیلت رکھتے ہیں۔

تو اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر تم حضور ﷺ کے صحابہؓ کرام کی اتباع کرو گے؛ تو تم واضح طور پر ہدایت میں آگے بڑھ جاؤ گے، اور اگر تم صحابہ کرامؓ کے طریقہ سے دائیں بائیں

ہو گے تو تم دور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔(ترجمہ ختم)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں۔

چناں چہ اس روایت کے پہلے راوی ابو مسلم کُشیؒ ہیں جو امام اور حافظ الحدیث اور ثقہ ہیں۔[1]

اس روایت کے دوسرے راوی ابو عمر ضریرؒ ہیں جو کہ صدوق اور صالح ہیں۔[2]

---

[1] الطبقة السادسة عشرة۔ الكجى * الشيخ، الامام، الحافظ، المعمر، شيخ العصر، ابو مسلم، ابراهيم بن عبدالله بن مسلم بن ماعز بن مهاجر، البصرى الكجى، صاحب "السنن"۔ ولد سنة نيف و تسعين و مئة۔...... و ثقة الدار قطنى، وغيره۔ و كان سريا نبيلا متمولا، عالما باحديث و طرفه، عالي الاسناد، قدم بغداد و ازدحموا عليه ...... مات ببغداد فى سابع المحرم، سنة اثنتين و تسعين و مئتين، فنقل الى البصرة، و دفن بها، و قد قارب المئة، رحمه الله (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۲۵)

اخبرنا على بن محمد بن عبدالله المعدل اخبرنا دعلج بن احمد قال سمعت موسى بن هارون يقول ابو مسلم الكشى ثقة اخبرنى الازهرى عن ابى الحسن الدار قطنى قال ابو مسلم ابراهيم بن عبدالله بن مسلم البصرى يعرف بالكجى صدوق ثقه حدثنى محمد بن صلى الصورى قال سالت عبدالغنى بن سعيد الحافظ عن ابى مسلم الكجى فقال ثقة نبيل اخبرنا محمد بن احمد بن رزق اخبرنا اسماعيل بن على الخطبى قال و مات ابو مسلم ابراهيم بن عبدالله الكجى يوم الاحد لسبع خلون من المحرم سنة اثنتين و تسعين و مائتين و احد ربه الى البصرة فدفن هناك۔ (تاریخ بغداد۔ الخطیب البغدادی ج۶، ص ۱۲۳)

[2] حفص بن عمر، ابو عمر الضرير الاكبر البصرى ...... قال ابو حاتم: صدوق، صالح الحديث، عامة حديثه يحفظه۔ و قال ابن حبان: كان من العلماء بالفرائض، و الحساب، و الشعر، و ايام الناس، و الفقه، ولد و هو اعمى۔ و قال فى موضع آخر: كان من علماء اهل البصرة مات سنة عشرين و مئتين۔ زاد غيره: لتسع بقين من شعبان بالبصرة و هو ابن نيف و سبعين

اور اس روایت کے تیسرے راوی حماد بن سلمةؒ ہیں جو کہ اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔[1]

اور اس روایت کے چوتھے راوی عطاء بن السائبؒ ہیں جو کہ امام، حافظ اور کوفہ کے محدث اور ثقہ ہیں۔[2]

سنة۔(تہذیب الکمال ج۷ ص۴۸۵)

حفص بن عمر ابو عمر الضریر الاکبر البصری صدوق عالم قیل ولد اعمی من کبار العاشرة مات سنة عشرین و قد جاز السبعین (تقریب التہذیب ج۱ ص۲۲۸)

[1] حماد بن سلمة بن دینار البصری، ابو سلمة بن ابی صخرة مولی ربیعة بن مالک بن حنظلة من بنی تمیم، و یقال: مولی قریش، و یقال: مولی حمیری بن کرامة، و ھو ابن اخت حمید الطویل ...... و قال اسحاق بن منصور، عن یحیی بن معین: حماد بن سلمة ثقة۔ و قال عباس الدوری، عن یحیی بن معین: حدیثه فی اول امره و آخره واحد۔ و قال عنه ایضا: من خالف حماد بن سلمة فی ثابت فالقول قول حماد۔ قیل: فسلیمان بن المغیرة عن ثابت قال: سلیمان ثبت، و حماد اعلم الناس بثابت۔ و قال ابو بکر بن ابی خیثمة، عن یحیی بن معین: اثبت الناس فی ثابت البنانی حماد بن سلمة۔ و قال جعفر بن ابی عثمان الطیالسی، عن یحیی بن معین: من سمع من حماد بن سلمة الاصناف ففیها اختلاف، و من سمع من حماد بن سلمة نسخا فھو صحیح۔ و قال عنه ایضا: اذا رایت انسانا یقع فی عکرمة، و فی حماد بن سلمة فاتھمه علی الاسلام۔(تہذیب الکمال ج۷ ص۲۶۲)

[2] البتہ ان کو آخر میں اختلاط ہو گیا تھا، پس جن حضرات نے ان سے اختلاط سے قبل سماعت کی، ان کی مرویات تو معتبر ہیں۔ اور حضرت حماد بن سلمةؒ نے حضرت عطاء سے اختلاط سے قبل سماعت کی یا بعد میں، اس بارے میں دونوں قول ہیں۔ اور علامہ ابنِ حجرؒ نے قبل اور بعد دونوں میں سماعت کو ترجیح دی ہے۔ اس اعتبار سے مذکور روایت حسن ہے اور دیگر شواہد کے ہوتے ہوئے تو حسن ہونے میں شبہ ہی نہیں۔

و قال النسائی: ثقة فی حدیثه القدیم الا انه تغیر، و روایة حماد بن زید، و شعبة، و سفیان عنه جیدة، الحمیدی عن سفیان قال: کنت سمعت من عطاء بن السائب قدیما۔ (سیر اعلام

النبلاء ج۲ ص ۱۱۰)
و قال ابو حاتم: کان محله الصدق قدیما قبل ان یختلط، صالح مستقیم الحدیث ثم باخرة تحیر حفظه، فی حدیثه تخالیط کثیرة، و قدیم السماع من عطاء: سفیان، و شعبة۔ و فی حدیث البصریین الذین یحدثون عنه تخالیط کثیرة لانه قدم علیهم فی آخر عمره، و ما روی عنه ابن فضیل ففیه غلط و اضطرب، رفع اشیاء کان یرویها عن التابعین فرفعها الی الصحابة۔ (تهذیب الکمال ج۲۰ ص۸۴)
قال ابو صیری: هذا اسناد رجاله رجال الصحیح الا ان عطاء بن السائب اختلط باخرة، و حماد بن سلمة انما روی عنه بعد الاختلاط کما اوضحته فی تبیین حال المختلطین۔ لکن المتن له شاهد صحیح من حدیث ابی هریرة، رواه الامام احمد بن حنبل فی مسنده، و البخاری، فی صحیحة و غیرهما۔ (اتحاف الخیرة المهرة بزوائد السمانید العشرة تحت حدیث رقم ۲۷۱۶)
قال الهیشمی: رواه احمد بن و البزار و فیه عطاء بن السائب و هو ثقة اختلط، و لکنه من روایة حماد بن سلمة عن عطاء، و حماد سمع منه قبل الاختلاط قاله ابو داود فیما رواه ابو عبید الاجری عنه۔ (مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۰۵ ۔باب مایستفتح به الصلاة)
رواه احمد، و رجاله ثقات، لان حماد بن سلمة روی عن عطاء بن السائب قبل الاختلاط۔ (مجمع الزوائد ج۷ ص ۱۱۲)
و رجالهما رجال الصحیح غیر عطاء بن السائب، و قد حدث عنه حماد بن سلمة قبل الاختلاط۔ (مکمع الزوائد ج۱۰ ص۹۷)
قال المنذی: و اسناده صحیح ان شاء الله فان عطاء بن السائب ثقة و ققد حدث عنه حماد بن سلمة قبل الاختلاط۔ (التراغیب و التهریب ج۲ ص ۲۹۱)
قال ابن حجر: و اسناده صحیح فانه من روایة عطاء بن السائب و قد سمع منه حماد بن سلمة قبل الاختلاط اخرجه ابو داؤد و ابن ماجة من حدیث حماد۔ (تلخیص الحبیر فی احادیث الرافعی الکبیر تحت حدیث رقم ۱۹۰)
قال ابن حجر: قلت: فیحصل لنا من مجموع کلامهم ان سفیان الثوری و شعبة و زهیر او زائدة و حماد بن زید و ایوب عنه صحیح و من عداهم یتوقف فیه الا حماد بن سلمة فاختلف قولهم و

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

اور آخری راوی حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ ہیں جو کہ کوفہ کے عظیم قاری، امام اور معلم اور ثقہ ہیں۔ اور حضرت ابنِ مسعودؓ سے ان کا لقاء و سماع دونوں ثابت ہیں۔[1]

(٦) اور امام عبدالرزاقؒ نے اور ان کے واسطے سے امام طبرانیؒ نے؛ جعفر بن سلیمانؒ سے؛ اور انہوں نے عطاء بن سائبؒ سے؛ اور انہوں نے ابو البختریؒ سے اس طرح روایت کیا ہے:

بلغ عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ ان قوما يقعدون من المغرب الى العشاء يسبحون يقولون: قولوا كذا قولوا كذا۔ قال عبدالله: ان قعدوا فآذنوني بهم، فلما جلسوا آذنوه فانطلق

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

الظاهر انه سمع منه مرتين مرة مع ايوب كما يومى اليه كلام الدار قطنى و مرة بعد ذلک لما دخل اليهم البصرة و سمع منه جرير و ذويه و الله اعلم۔ (تهذيب التهذيب ج٧ ص١٨٥)

[1] ابو عبدالرحمن السلمى *(ع) مقرء الكوفة، الامام العلم، عبدالله بن حبيب بن ربيعة الكوفى من اولاد الصحابة، مولده فى حياة النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (سير اعلام النبلاء ج٤ ص٢٦٧)

عبدالرحمن السلمى الكوفى المقرء مشهور بكنيته و لابيه صحبة ثقة ثبت من الثانية مات بعد السبعين۔ (تقريب التهذيب ج ١ ص ٤٨٦)

حدثنا على بن عبدالعزيز، حدثنا ابو نعيم، حدثنا عبدالسلام بن حرب، عن عطاء بن السائب، عن ابى عبدالرحمن السلمى، قال: سمعت عبدالله بن مسعود، يقول: ان الله عز و جل لم ينزل داء الا انزل له دواء الا الموت۔ (المعجم الكبير حديث نمبر ٨٨٢٦)

حدثنا سليمان بن شعيب، قال: ثنا الخصيب، قال: ثنا همام، عن عطاء بن السائب، عن ابى عبدالرحمن السلمى، انه صلى خلف على رضی اللہ عنہ و ابن مسعود فكلاهما يسلم عن يمينه و عن يساره: السلام عليكم و رحمة الله، السلام عليكم و رحمة الله۔ (شرح معانى الآثار حديث نمبر ١٦٢٢)

اذا آذنوہ فدخل فجلس معھم و علیہ برنس فاخذوا فی تسبیحھم فحسر عبداللہ عن راسہ البرنس و قال: انا عبداللہ بن مسعود فسکت القوم۔ فقال: لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد فضلتم اصحاب محمد ﷺ علما قال فقال رجل من بنی تمیم ما جئنا ببدعة ظلماء و ما فضلنا اصحاب محمد ﷺ علما فقال عمرو بن عتبة بن فرقد: استغفر اللہ یا ابن مسعود و اتوب الیہ قال فامرھم ان یتفرقوا۔[1]

---

[1] (المصنف عبد الرزاق۔ ج۳، ص۲۲۱، ۲۲۲۔ حدیث نمبر ۵۴۰۹، کتاب الجمعۃ۔ باب ذکر القصاص۔ مطبوعہ ادارۃ القرآن۔ کراچی۔ الطبع الثانیہ ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء و المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۵۵۲)

بعض روایات کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کوفہ کی مسجد میں دو حلقے دیکھے تو آپ نے معلوم کیا کہ ان میں سے کون سا حلقہ پہلے سے تھا۔ پھر آپ نے دوسرے حلقے والوں کو پہلے حلقے والوں کے ساتھ شامل ہونے کا حکم فرمایا۔

اس روایت کے الفاظ سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ذکر کے الگ الگ حلقے قائم کرنے سے منع کیا ہے، نہ کہ اجتماعی طور پر ایک حلقہ قائم کرنے سے۔

حالاں کہ یہ سراسر غلط فہمی ہے۔ کیوں کہ مختلف سندوں سے مروی روایت میں ایک سے زیادہ حلقے کا ذکر نہیں مگر اس کے باوجود حضرت ابنِ مسعودؓ اس پر نکیر فرمارہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں متفرق ہونے کا حکم فرمارہے ہیں۔

جہاں تک الگ حلقے کو متحد کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں ذکر کے حلقوں کا ذکر نہیں بلکہ ایک تفصیلی روایت میں اس کی وجہ بھی مذکور ہے۔ کہ آپ نے بغض و عداوت کے باعث الگ بیٹھنے والوں کو منع فرمایا۔ لہٰذا اس روایت سے اجتماعی ذکر کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ مغرب سے عشاء تک بیٹھ کر تسبیحات پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح سے کہو اور اس طرح سے کہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جب وہ بیٹھیں تو مجھے ان کی اطلاع کرو۔ پھر جب انہوں نے مجلس قائم کی تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اطلاع دی، جونہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اطلاع ملی فوراً ان کے پاس گئے، اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور آپ نے لمبی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اپنی تسبیحات شروع کیں تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے (یعنی انہوں نے ذکر کرنا موقوف کر دیا) پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم سیاہ بدعت کا ارتکاب کر رہے ہو یا پھر تم (اپنے گمان میں) محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے علم میں زیادہ فضیلت رکھتے ہو (کہ ان کو اس

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حدثنا علی بن عبدالعزیز حدثنا ابو نعیم حدثنا عبدالسلام بن حرب، عن عطاء بن السائب عن ابی البختری و ربما قال: عامر، قال: دخل المسجد فاذا هو بحلقتین، فقال للغلام: انطلق و انظر اهولاء جلوسا قبل ام هولاء؟ فجاء، فقال: هولاء فقال: انما یکفی المسجد محدث واحد فانما هلک من کان قبلکم بالتباغی، حدثنا عثمان بن عمر الضبی حدثنا عبداللہ بن رجاء انا زائدۃ عن عطاء بن السائب، عن ابی البختری قال: ذکر لعبداللہ ان رجلا یجتمع الیہ۔ و ذکر حدیث ابی نعیم۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۵۵۳)

طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں)

پھر بنی تمیم کے ایک آدمی نے کہا کہ ہم نے سیاہ بدعت کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہم محمد ﷺ کے صحابہ پر علم میں فضیلت رکھتے ہیں پھر عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا کہ اے ابنِ مسعودؓ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہوں پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان لوگوں کو الگ الگ کر دیا۔(ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے، مگر دوسری روایات کے پیشِ نظر اس کے حسن درجہ میں داخل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔[1]

عبدالوحید الحنفی
خادم اہلسنت
حافظ

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف سے اجتماعی ذکر کرنے والوں کو الگ کر دینے کا بھی ذکر ہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ اس طرح اجتماعی ذکر کرنے کو بدعت جانتے تھے اور اسی کو آپ نے سیاہ بدعت فرمایا۔

(۷) حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے بھی "کتاب الزہد" میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن فضلؒ سے اور انہوں نے عطاء بن سائبؒ سے اور

---

[1] قلت و ابو البختری لم یسمع من ابن مسعود فالحدیث منقطع۔ و لکن عدم سماع ابی البختری من ابن مسعود لم یضرنا، لان مثل ھذا الانقطاع عندنا لیس بجرح و ھذا الروایۃ منقولۃ الینا بطرق آخر ایضا لم یوجد الانقطاع فیھا۔ (محمد رضوان اجتماعی ذکر ص ۴۲)

انہوں نے ابو البختریؒ سے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔[1]

(۸)ابنِ وضاح قرطبیؒ (المتوفی ۲۸۶ھ) نے اپنی سندِ صحیح کے ساتھ عبد الواحد بن صبرۃؒ کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو روایت بیان فرمائی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

بلغه انهم يجتمعون فی ناحية من مسجد الکوفة يسبحون تسبيحا معلوما و يهللون و يکبرون، قال: فلبس برنسا، ثم انطلق فجلس اليهم، فلما عرف ما يقولون رفع البرنس عن راسه ثم قال: انا ابو عبدالرحمن، ثم قال: لقد فضلتم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علما، او لقد جئتم ببدعة ظلماء، قال: فقال عمرو بن عتبة نستغفر الله، ثلاث مرَّاتٍ، ثُمَّ قال رجل من بنی تميم: و الله مَا فضلنا اصحابَ محمدٍ علماً، وَلَا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] حدثنا عبدالله حدثنی احمد بن ابراهيم حدثنا محمد بن فضل عن عطاء بن السائب عن ابی البختری قال: اخبر رجل عبدالله بن مسعود، رحمه الله ان قوما، يجلسون فی المسجد بعد المغرب و فيهم رجل يقول: کبروا الله کذا و کذا و سبحوا الله کذا و کذا و احمدوا الله کذا و کذا فقال عبدالله: فيقولون؟ قال: نعم، فاذا رايتهم فعلوا ذلک فاتنی فاخبرنی بمجلسهم فاتاهم و علی برنس فجلس فلما سمع ما يقولون قام و کان رجلا حديدا فقال: انا عبدالله بن مسعود و الذی لا اله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء، او لقد فضلتم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علما؟ فقال معضد: و الله ما جئنا ببدعة ظلماء و لا فضلنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علما۔ فقال عمرو بن عتبة: يا ابا عبدالرحمن نستغفر الله قال: عليکم بالطريق فرلزموه فو الله لئن فعلتم لقد سبقتم سبقا بعيدا و ان اخذتم يمينا و شمالا لتضلو اضلالا بعيدا (الزہد لاحمد بن حنبل حدیث نمبر ۲۱۱۶)

جئنا ببدعة ظُلَماءَ و لكنا قوم نذكر ربنا، فقال: بلى و الذى نفس ابن مسعود بيده، لقد فضلتم اصحاب محمد علما، او جئتم ببدعة ظلماء و الذى نفس ابن مسعود بيده لئن اخذتم آثار القوم ليسبقنكم سبقا بعيدا، و لئن حرتم يمينا و شمالا لتضلن ضلالا بعيدا۔[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ کوفہ کی مسجد میں ایک طرف جمع ہو کر متعین تسبیحات پڑھتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا وِرد کرتے ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لمبی ٹوپی پہنی، پھر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور ان کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ پھر جب آپ نے ان کے ذکر کرنے کے طریقہ کو پہچان لیا تو آپ نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری۔ پھر فرمایا کہ میں ابو عبدالرحمٰن ہوں، پھر فرمایا کہ تم (اپنے گمان میں) محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے علم میں زیادہ فضیلت رکھتے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں) یا تم نے سیاہ بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔

پھر عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے

---

[1] البدع لابن الوضاح القرطبی۔ المتوفی ۲۸۶ھ۔ باب مایکون بدعۃ۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہیں، اس نے یہ بات تین مرتبہ کہی، پھر بنی تمیم کے ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! نہ تو ہم محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ پر علم میں فضیلت رکھتے ہیں اور نہ ہی ہم نے کوئی سیاہ بدعت کی ہے، بلکہ ہم تو جمع ہو کر اپنے رب کا ذکر کر رہے ہیں۔

تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہاں! قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں ابنِ مسعودؓ کی جان ہے کہ تم محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے علم میں اپنے آپ کو افضل سمجھتے ہو یا سیاہ بدعت کا ارتکاب کیا ہے اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں ابنِ مسعودؓ کی جان ہے کہ اگر تم صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلو گے تو تم بہت آگے بڑھ جاؤ گے، اور اگر تم صحابہ کرامؓ کے طریقہ سے دائیں بائیں ہو گئے تو تم دور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

(ترجمہ ختم)

اس روایت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ وہ لوگ اجتماعی طور پر ذکر کر رہے تھے، اس کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں کر رہے تھے، اسی پر حضرت ابنِ مسعودؓ نے ان کو بدعت کا مرتکب قرار دیا۔

اور یہی وجہ ہے کہ جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ "ہم تو جمع ہو کر اپنے رب کا ذکر کر رہے ہیں" مگر حضرت ابنِ مسعودؓ نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا، اور اس پر بدعت ہونے کا حکم لگایا۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

(۹) امام طبرانیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن اغرؒ سے روایت کرتے ہیں:

بلغ ابن مسعود، ان عمرو بن زرارة مع اصحاب له یذکرهم، فاتاهم عبدالله، فقال: "انتم اهدی ام اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ انکم متمسکون بطرف ضلالة۔"

(المعجم الکبیر حدیث نمبر ۸۵۵۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ خبر پہنچی کہ عمر بن ضرارۃ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان کو اجتماعی ذکر کراتا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ تم زیادہ ہدایت پر ہو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ۔ بلاشبہ تم گمراہی کے حصے کو پکڑ رہے ہو۔ (ترجمہ ختم)

اس روایت میں اجتماعی طور پر ذکر کرنے اور اس پر حضرت ابنِ مسعودؓ کے تنبیہ کرنے کی صراحت ہے۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

1 بعض حضرات نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابو وائل سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ کے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ وہ ذکر سے روکتے تھے۔
حالاں کہ میں نے ان کے ساتھ کسی مجلس میں شرکت نہیں کی مگر وہ اس مجلس میں ذکر بالجہر کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ کی وہ روایت جس میں انہوں نے ذکر کرنے والوں کو منع کیا، درست نہیں ہے۔ اس کا جواب حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ نے یہ

ان روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اجتماعی ذکر پر نکیر کی روایات ان کے مختلف شاگردوں سے مختلف صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہیں، اور ان کا کسی طرح انکار درست نہیں۔

اور چوں کہ ان تمام روایات میں حضرت ابنِ مسعودؓ نے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طریقہ کا حوالہ دے کر ان لوگوں کو اس سے منحرف ہونے والا قرار دیا۔

جس کی وجہ سے حضرت ابنِ مسعودؓ کی یہ حدیث مرفوع حدیث کا حکم رکھتی ہے۔ اور اگر کوئی مرفوع تسلیم نہ کرے تب بھی یہ حکماً مرفوعاً ہے۔[1]

تحریر فرمایا ہے:

"اولاً اس لیے کہ اس (حضرت ابووائل کی روایت) کی سند اور پھر اس کی صحت اور اتصال درکار ہے۔ محض حدیث صحیح کہنے سے صحیح نہیں ہو جاتی یا کم از کم مستند علماء اس کو صحیح قرار دیتے ہوں۔ بخلاف ان کی نہی کی روایت کے جس کو وہ قد صح سے تعبیر کرتے ہیں۔ و ثانیاً نہ تو اس روایت میں مسجد کی قید ہے اور نہ اجتماعی رنگ کا ذکر ہے۔ و ثالثاً اگر ثابت بھی ہو تو یہ تعلیم پر محمول ہو گا۔ (حکم الذکر بالجہر ص ۱۴۴)

[1] قول الصحابی المجتهد فیما لا نص فیه حجة عندنا یترک به القیاس (مقدمۃ اعلاء السنن، قواعد فی علوم الحدیث ج ۱۹ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

و قول الصحابی اذا کان فقیها مقدم علی القیاس۔ (المبسوط للسرخسی ج ٦۔ کتاب الطلاق)

و الحاصل ان قول الصحابی حجة یجب تقلیدہٗ عندنا اذا لم ینفه شیء آخر من السنة۔ (رد المختار ج ۲، باب الجمعۃ، و فتح القدیر ج ۲، باب صلاۃ الجمعۃ)

حضرت ابنِ مسعودؓ کا صحابہ کرام اور فقہ و تصوف میں جو مقام ہے، وہ بالکل ظاہر ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد متعدد محدثین نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

وقال الخطیب علیہ الرحمۃ فی الموقوفات علی الصحابۃ جعلھا کثیر من الفقھاء بمنزلۃ المرفوعات الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی لزوم العمل بھا و تقدیمھا علی القیاس و الحاقھا بالسنن۔ انتھیٰ۔ (مقدمۃ فتح الملھم ج ا ص ۱۱۵)

اقول فی قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان ھذا الفعل لم یکن فی عھد النبی و الصحابۃ و ھٰذا التعلیل یوجب التقلید و العمل بہٖ خصوصاً و انکار ابن مسعود محمول علیٰ صورۃ مخصوصۃ بالذکر فلا یعارض النصوص العام الذی یقتضی ثبوت الذکر مطلقاً کما ھو مذکور فی الکتب۔ (محمد رضوان اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم، ص ۴۶)

1 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

رضیت لامتی مارضی لھا ابن ام عبد۔ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۵۳۸۷، وحدیث نمبر ۵۳۸۸)

ترجمہ: جس چیز کو عبداللہ بن مسعودؓ پسند کریں، میں بھی اس چیز کو تمہارے لیے پسند کرتا ہوں۔

قال الحاکم: ھذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین، و لم یخرجاہ، و لہ علۃ من حدیث سفیان الثوری، فاخبرنا محمد بن موسی بن عمران الفقیہ، حدثنا ابراھیم بن ابی طالب، حدثنا ابو کریب، حدثنا وکیع، عن سفیان۔ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۵۳۸۷)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام عبد۔ و کرھت لامتی ما کرہ لھا ابن ام عبد۔ (مسند البزار حدیث ۱۹۸۶)

ترجمہ: جس چیز کو عبداللہ بن مسعود پسند کریں، میں بھی اس چیز کو تمہارے لیے پسند کرتا ہوں اور جس چیز کو ابنِ مسعودؓ میری امت کے لیے ناپسند کریں میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔ (ترجمہ ختم)

قال الھیثمی: و فی اسناد البزار محمد بن حمید الرازی و ھو ثقۃ و فیہ خلاف و بقیۃ رجالہ و ثقوا۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۹۰۔ باب ماجاء فی عبداللہ بن مسعودؓ)

عبدالوحید حنفی خادم اہلسنت

اتبعوا و لا تبتدعوا فقد کفیتم۔ کل بدعة ضلالة۔ [1]

ترجمہ: (اسلاف کی) پیروی کرو، اور بدعت ایجاد نہ کرو، یہ تمہاری نجات کے لیے کافی ہے۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ترجمہ ختم)

سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر وغیرہ جیسے عظیم الشان اذکار جو کہ سنت ہیں اور ان کے عظیم فضائل احادیث و روایات سے ثابت ہیں۔ اگر اپنے اپنے طور پر گھر میں یا مسجد میں ان کا ذکر اور وِرد کیا جائے تو عظیم ثواب کا باعث ہیں۔

لیکن یہی مسنون اور عظیم الشان فضائل کے حامل اذکار اور کلمات جب اجتماعی شکل میں کیے گئے کہ ایک شخص یہ کلمات مخصوص مقدار میں پڑھنے کی طرف متوجہ کرتا اور دوسرے لوگ اس کی تعمیل میں اجتماعی انداز میں ذکر کرتے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی اور تاریک و سیاہ بدعت کے ایجاد کرنے یا حضور ﷺ کے صحابہ پر علم میں آگے بڑھنے والا فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس طرح اجتماعی ذکر بدعتِ اضافیہ میں

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

1 (المعجم کبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۶۸۲، واللفظ لہ، سنن دارمی، باب فی کراہیۃ اخذ الرای، شعب الایمان، حدیث نمبر ۲۰۲۴۔ الابانۃ الکبری لابن بطۃ۔ حدیث نمبر ۱۸۲و۱۸۳و۲۰۵)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح۔ (مجمع الزوائد باب الاقتداء بالسلف)

شامل ہے۔ اور بدعتِ اضافیہ سے مراد وہ بدعت ہے جو کسی اضافہ (مثلاً تداعی وغیرہ) کی وجہ سے بدعت بنی ہو۔

حضرت ابنِ مسعودؓ کی یہ روایت اپنے مقصود و مدعا میں واضح ہیں، لیکن بعض حضرات ان میں مختلف تاویلات فرماتے ہیں۔

مثلاً کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ حالاں کہ ہم اس کا مختلف طریق سے صحیح السندس ہونا مفصلاً ذکر کر چکے ہیں۔

امام قاضی خان، امام بزاز، علامہ شامی اور علامہ حموی رحمہم اللہ جیسے فقیہ حضرات نے بھی حضرت ابنِ مسعودؓ کی مذکورہ روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

علامہ قاضی، امام بزاز، علامہ شامی اور علامہ حموی رحمہم اللہ سب کے سب بزرگ حضرت ابنِ مسعودؓ کی اس روایت کو وقد صح سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کو صحیح کہتے ہیں۔ اور خود صاحب انوارِ ساطعہ وقد صح کے الفاظ سے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں۔ اگر امام سیوطیؒ کو اس کی سند معلوم نہیں ہو سکی، جیسا کہ سباحۃ الفکر ص ۶۸ میں نقل کیا گیا ہے کہ اس اثر کی سند اور اس کے مخرج کا پتہ ہونا چاہیے تاکہ اس کی صحت اور ضعف کا حال کھلے۔ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اور صاحبِ روح البیان نے جو اس روایت کو بلاوجہ جھوٹ اور افترا کہا ہے۔ (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۴۳)

تو ان کا قول سرے سے قابلِ التفات ہی نہیں ہے۔ وہ تو موضوع اور جعلی حدیثوں کو صحیح اور صحیح احادیث کو ضعیف کہہ جاتے ہیں۔ پھر حدیث کی تصحیح اور تضعیف ان کا مقام ہی نہیں ہے۔ یہ مسلّم محدثین اور صاحبِ بصیرت فقہاء کا کام ہے۔ صاحبِ روح البیان تو ایک صوفی مزاج مفسر ہیں

لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت کے ثبوت کا انکار درست نہیں۔[1]

جنہوں نے رطب ویابس سبھی کچھ تفسیر میں جمع کر دیا ہے۔(دیکھیے اکسیر ص ۸۲)
(ماخوذ از راہِ سنت ص ۱۲۸، باب چہارم)

و قد صح عن ابن مسعود انه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یهللون و یصلون علیه علیه الصلاة والسلام جهراً فراح الیهم و قال ماعهدنا ذلک علیٰ عهده علیه الصلاة و السلام و ما اراکم الا مبتدعین۔(غمز عیون البصائر، القول فی احکام المسجد، رفع الصوت بالذکر فی المسجد ج ۴)

صح عن ابی مسعود انهٗ اخرج جماعة من المسجد یهللون و یصلون علی النبی ﷺ جهراً و قال لهم "ما اراکم الا مبتدعین" (رد المختار شامی ج ۶۔ فصل فی البیع بعد باب الاستبراء وغیرہ)

و قد صح عن ابن مسعود انهٗ سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یهللون و یصلون علیه الصلوٰة و السلام جهراً فراح الیهم فقال ماعهدنا ذالک علیٰ عهده علیه السلام و ما اراکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذالک حتی اخرجهم عن المسجد۔اه (فتاویٰ بزازیہ ج ۳ ص ۳۷۵۔ علی هامش الفتاویٰ الهندیة)

اور جو بعض فقہاء و محدثین سے اس روایت کا انکار منقول ہے وہ اخراج عن المسجد پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ صحیح روایات میں اخراج عن المسجد ثابت نہیں۔ اور جنہوں نے اخراج کو صحیح قرار دیا، ان کی مراد مطلق نکیر ہے۔ گویا کہ ان کی مراد اخراج بمعنیٰ افتراق ہے۔ اور یا پھر ممکن ہے کہ منکرین حضرات کو یہ پوری روایت نہ پہنچ سکی ہو۔ اور انہوں نے مسجد میں مطلق ذکر کرنے والوں کو تنبیہ سے متعلق یہ روایت سمجھتے ہوئے اس کا انکار کیا ہو۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مسجد میں مطلق ذکر سے منع نہیں فرمایا بلکہ مخصوص ہیئت کے ساتھ ذکر سے منع کیا ہے۔ فلاتعارض بینهما۔

[1] جیسا کہ ایک صاحبِ علم بزرگ تحریر فرماتے ہیں:
سنن دارمی کے علاوہ مصنف عبدالرزاقؒ، ج ۳ ص ۲۲۱ اور المعجم الکبیر ج ۹ ص ۱۳۳ اور تلبیس ابلیس علامہ ابن جوزیؒ میں بھی مختلف طرق سے یہ اثر موجود ہے۔ لیکن کوئی طریق بھی ضعف سے خالی نہیں۔ رہا متن تو اس کے متن کے اندر بھی خفیہ علت موجود ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ یا تو یہ اثر حضرت ابنِ مسعودؓ پر جھوٹ و افتراء ہے یا حضرت ابنِ مسعودؓ کا انکار ایک خاص محل پر محمول

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اسی طرح بعض حضرات نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایات کو جو دیگر احادیث و روایات کے خلاف قرار دیا ہے یا یہ کہا ہے کہ یہ منع کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہ بہت بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔[1]

اولاً تو صحیح روایات کے مضمون کے تناظر میں اس قسم کی تاویلات راجح معلوم نہیں ہوتیں، دوسرے ان تاویلات کے باوجود بھی تداعی اور بہیئتِ اجتماعی مخصوص ذکر کے التزام پر مشتمل مروجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ان امور کے مکروہ و بدعت ہونے کی فقہائے کرام و اکابرِ عظام صراحت فرما چکے ہیں۔ اور بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ یہ حضرت عبد اللہ بن

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

ہے۔ کیوں کہ قرآن و حدیث کی رو سے جہر متعدل اور مجالس ذکر کا جواز و استحباب ثابت ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی قرآن و حدیث کی مخالفت کریں (ذکر اللہ کے فضائل و مسائل ص ۳۰۵۔ در ذیل: مجالسِ ذکر اور ان کے فوائد۔ تالیف: مفتی مختار الدین شاہ صاحب، کربوغہ شریف۔ ناشر دارالایمان ویسٹریج III راولپنڈی۔ تاریخ طبع محرم ۱۴۲۸ھ جنوری ۲۰۰۷ء)

حضرت ابنِ مسعودؓ سے صحیح سندوں سے ثبوت کے بعد جھوٹ و افتراء ہونے کی تو گنجائش نہیں۔ جہاں تک خاص محل پر محمول ہونے کا تعلق ہے، تو اس میں کوئی شبہ نہیں اور وہ محمل غیر مشروع و منکَر کا منضَم ہونا ہے اور مجوث فیہ یہی مجالسِ ذکر ہیں۔ کماسیجیء۔

رہا جہرِ متعدل اور نفسِ مجالسِ ذکر (جن میں کوئی منکَر شامل نہ ہو) اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

[1] ملاحظہ ہو: "ذکر اجتماعی و جہری، شریعت کے آئینہ میں" ص ۱۲۳ تا ۱۲۹۔ مطبوعہ زمزم پبلشرز کراچی۔ تاریخِ اشاعت اپریل ۲۰۰۷ء۔

مسعودؓ کی اپنی ذاتی رائے تھی، اور دوسرے لفظوں میں یہ ان کا تفرد تھا۔[1]

یہ بات بھی درست معلوم نہیں ہوتی، کیوں کہ انہوں نے صحابہؓ کرامؓ کا حوالہ دے کر یہ بتلا دیا کہ اس طرح کا اجتماعی ذکر صحابہؓ کرامؓ میں رائج نہ تھا۔ جس کے بعد اس مضمون کے مرفوع ہونے میں بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ کمامر۔

پس اس کو ان کی ذاتی رائے اور تفرد قرار دینے کے کوئی معنی نہیں؟

اسی طرح بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا منع فرمانا احتیاط اور سدِباب کے طور پر تھا تاکہ لوگ اس کو مسجد کے اعمال میں سے اور خاص خاص تعداد کو اور طریقہ کو سنت سمجھ کر بدعت شروع نہ کر دیں۔[2]

یہ بھی قابلِ تامل ہے، پھر خیر القرون کے دور میں تو بدعت شروع ہونے کا ڈر ہو، اور آج قربِ قیامت کے پُر فتن دور میں وہ ڈر موجود نہ ہو، یہ کیوں کر ممکن ہے۔ جبکہ ہم دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ حضرتؓ نے تداعی کے ساتھ ایک ذکر کے التزام وغیرہ

---

[1] ملاحظہ ہو: "ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں" ص ۱۵۶۔ مطبوعہ زمزم پبلشرز کراچی۔

[2] ملاحظہ ہو: "ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں" ص ۱۴۷۔

جیسی قیود و تخصیصات کی وجہ سے اور بالفاظِ دیگر احداث فی الدین کی وجہ سے منع فرمایا تھا۔

علامہ قاضی ابراہیم حنفیؒ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوتے فرماتے ہیں:

یعنی یہ جو تم کرتے ہو یا تو تاریک بدعت ہے، یا تم نے وہ بات پائی ہے جو صحابہؓ کے بھی ہاتھ نہ آئی تھی، خواہ بے خبری سے، خواہ سُستی سے۔ پس تم طریقِ عبادت کے علم میں صحابہؓ سے غالب ہو نکلے، دوسری صورت ناممکن ہے، پس پہلی صورت یعنی اس کام کا بدعتِ سیئہ ہی ہونا متعین ہے۔ یہی بات ہر اس شخص کے بارے میں کہی جائے گی جو خالص عبادتِ بدنی کو اس طور سے ادا کرے کہ صحابہؓ کے زمانہ میں نہ تھا۔[1]

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

---

[1] (مجالس الابرار اردو ص ۱۶۵ مجلس نمبر ۱۸ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

ملا کاتب چلپیؒ (المتوفیٰ ۱۰۶۷ھ) کی یہ غلطی ہے کہ وہ مجالس الابرار کو ملا احمد رومی کی تالیف بتاتے ہیں، ایسی غلطیاں ان سے بکثرت صادر ہو جاتی ہیں (مثلاً دیکھیے فوائدِ بہیہ ص ۱۹ اور اس کا حاشیہ تعلیقاتِ سنیہ ۱۸۰) مجالس الابرار کی حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے بھی بڑی تعریف کی ہے، فرماتے ہیں کہ کتاب "معتبر است" (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۱۱۵) (ماخوذ از راہِ سنت ص ۶۱۔ باب اول)

”مجالسِ ذکر کے مجوّزین (یعنی جائز قرار دینے والوں) نے اس (روایت) کے تین جوابات دیے ہیں (۱) اس اثر کا کتبِ حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ (۲) یہ جوازِ جہر سے متعلقہ احادیثِ صحیحہ صریحہ کے خلاف ہے (۳) ان لوگوں نے کوئی بدعت شامل کر لی ہو گی۔ مثلاً اجتماع بالتداعی، امام و اہتمام، باہم کوئی اور ارتباط، جہرِ مفرِط وغیرہا۔

پہلا جواب (یعنی اس روایت کو غیر ثابت قرار دینا۔ ناقل)

اس لیے صحیح نہیں کہ طبرانی نے متعدد اسانید سے (اور سننِ دارمی نے۔ ناقل) اس کی تخریج فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں اکثر فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ”وقد صح عن ابن مسعودؓ“ سے اس (روایت) کی تصحیح و توثیق فرمائی ہے۔

دوسرے جواب (یعنی یہ کہ یہ روایت جہر کے جواز سے متعلق صحیح و صریح احادیث کے خلاف ہے۔ ناقل)

میں رد بلا سبب ہے۔ اس لیے تیسرا جواب ہی متعین ہے۔“[1]

تیسرے جواب کے صحیح ہونے کی تائید اس روایت کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ جس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس طریقہ

---

[1] رسائل الرشید ص ۲۵۵،۲۵۶۔ مطبوعہ مکتبۃ حلیمیہ کراچی۔

پر نکیر کرتے ہوئے اس کو بدعت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا یہ قول نصِ صریح ہے کہ یہ کیفیت اور احداث ہیئتِ جدیدہ آپ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں نہ تھی۔[1]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ اگرچہ تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے لیکن اس کا یہ خاص طرز و طریقہ جنابِ رسول اللہ ﷺ اور حضراتِ صحابہ کرامؓ کا بتایا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے۔ لہٰذا یہ بدعتِ ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی، بدعتِ عظمیٰ بھی ہے اور بدعتِ ظلماء بھی۔ اور بقول امام ابنِ دقیق العیدؒ اس مخصوص کیفیت کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فضیلتِ ذکر کی عام دلیلوں کے نیچے داخل نہیں کیا۔[2]

---

[1] "راہِ سنت" مؤلفہ مولانا علامہ سرفراز خان صفدرؒ، ص ۱۲۹

[2] راہِ سنت ص ۱۲۴۔ علامہ سرفراز خان صفدر

ابنِ دقیق العیدؒ کی عبارت یہ ہے:

فھذا ابن مسعود انکر ھذا الفعل مع امکان ادراجه تحت عموم فضیلة الذکر۔ (احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام لابن دقیق العید ج ۱ ص ۵۲، اعداد رکعات الرواتب)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی حضرت ابنِ مسعودؓ کے اس واقعہ سے ذکر کے مخصوص طریقے متعین کر لینے کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔ چناں چہ انہوں نے زمانۂ فتن میں لوگوں کی تیس حالتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دسویں حالت کے ذیل میں اس بات کو مفصل بیان فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو "ازالۃ الخفاء مترجم ج ۱ ص ۵۰۴۔ فصل پنجم مقصدِ اول)

پس گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مروَّجہ مجالسِ ذکر کی طرح کا اجتماعی ذکر کرنا صحابہ کرامؓ میں رائج نہ تھا۔[1]

اس لیے ہر شخص کو اپنا ذکر الگ الگ اور جدا جدا کرنے میں ہی عافیت و سلامتی نظر آتی ہے، اور اس میں تداعی اور ایک ہی ذکر خواہ سرّی ہو یا جہری جیسی قیودات و تخصیصات وغیرہ کے التزام سے بچنے کی ضرورت ہے۔

(مزید تفصیل آگے عبارت نمبر ا میں ملاحظہ فرمائیں)

---

1 مگر اس کے برعکس بعض حضرات تداعی اور مخصوص ذکر کے التزام بلکہ بصوتِ واحد جہر کے ساتھ مساجد میں مجالسِ ذکر کے انعقاد کو نہ صرف جائز بلکہ سنت و مستحب قرار دے رہے ہیں۔ اور ان کے انعقاد کی دوسروں کو ترغیب بھی دے رہے ہیں۔

فقہائے کرام واکابرِ امت سے ثبوت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد شریعت کے مستحکم اُصولوں کے عین مطابق ہے اور اسی وجہ سے فقہائے کرام اور اکابرِ امت جو دین کے محافظ ہیں، وہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ کی مذکورہ روایت اور بدعت کی حقیقت کے پیشِ نظر ذکر میں اس طرح کی قیودات و تخصیصات پیدا کرنے پر کیسے خاموشی اختیار کر سکتے تھے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اتباع میں اپنی اس ذمہ داری کا تسلسل جاری رکھا۔[1]

آگے اسی قسم کی قیودات و تخصیصات پر مشتمل ذکر و درود کے متعلق چند اکابر اور فقہائے امت کی تصریحات پیشِ خدمت ہیں۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

---

[1] جیسا کہ حضرت سہارنپوریؒ براہینِ قاطعہ میں فرماتے ہیں:

"قرآن و حدیث و قولِ صحابیؓ سے اگرچہ جزیہ ہی ہو، فقہاء کلیہ نکال لیتے ہیں اور پھر اس کلیہ سے صدہا مسائلِ جزیہ جملہ ابواب فقہ کے ثابت کرتے ہیں۔ اس کا ہی نام تفقہ ہے۔ سب ادنیٰ اعلیٰ اہلِ علم اس کو جانتے ہیں، تمام بخاری وغیرہ کتب کے ابواب اس کے شاہد ہیں، ایسا ہی طیبی نے اس قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کلیہ پیدا کیا اور پھر وہ کلیہ سب ابواب میں مفیدِ حکم ہوا۔ عبادات و معاملات میں اور خلاصہ کلیہ کا یہ ہے کہ حکمِ شارع کا اپنے محل و مورد پر قصر کرے، اس کے درجہ سے تعدی نہ کرے، اگر کرے گا تو تغیر حکم شرع کا ہو جائے گا۔ اور تغیر حکمِ شرعی کو ہی بدعت کہتے ہیں۔" (براہینِ قاطعہ ص ۲۲۔ درذیل مولوی امیر باز خان کے جواب کے ردکارد)

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی وصیت

(ا) حضرت امام ابو حنیفہؒ نے (جن کا علمی سلسلہ بالواسطہ حضرت ابنِ مسعودؓ تک پہنچتا ہے) امام ابو یوسفؒ کو جو وصیتیں فرمائیں، ان میں سے ایک وصیت یہ تھی:

"وَلا تَحضُرْ مَجَالِسَ الذِّكْرِ"

ترجمہ: اور تم مجالسِ ذکر میں حاضر مت ہونا۔[1]

ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے یہ وصیت اس قسم کی مجالسِ ذکر کے متعلق فرمائی ہے، جو بدعات و منکرات پر مشتمل ہوں۔ جیسا کہ حضرت ابنِ مسعودؓ کی روایت کے حوالے سے گزرا۔[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] (الاشباہ و النظائر مع شرحۂ الحموی ج۴، تحت الفن السابع و مجموعہ وصایا امام اعظم علیہ الرحمۃ ص ۴۴۔ مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشھری علیہ الرحمۃ۔ مطبوعۃ ادارہ المعارف کراچی)

[2] علامہ حمویؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی اس وصیت کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے لیکن اس پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ حدیث میں حلقۂ ذکر کے ساتھ وابستہ ہونے اور حلقۂ ذکر کو ریاض الجنۃ فرمانے کی تصریح کی ہے۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں:

"قولہٗ و لا تحضر مجالس الذکر کذا فی النسخ و مثلہٗ فی مناقب الکردری و ھو مشکل فقد ورد فی الحدیث علیکم بحلق الذکر فانھا ریاض الجنۃ و فی بعض النسخ و لا تحقر بالقاف و ھو غیر مناسب للمعطرف فتامل۔ (الاشباہ و النظائر مع شرحہٗ الحموی ج۴۔ تحت الفن السابع)

مگر اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں جن مجالس کو ریاضُ الجنۃ اور حلقۂ ذکر کہا گیا ہے اس کا مفہوم بہت عام ہے۔ اور آپ نے اُن خاص مجالسِ ذکر سے منع فرمایا ہے جو بدعات پر مشتمل ہوں اور یہی ہماری بحث کا موضوع ہیں، ورنہ امام ابو حنیفہؒ جیسے بحرُ العلوم سے صریح و صحیح احادیث کے

علامہ شاطبیؒ کا حوالہ

(۲) محی السنۃ قاطع البدعۃ علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ تحریر فرماتے ہیں:

و تعیین الکیفیات و التزام الھیئات المعینۃ او الازمنۃ المعینۃ مع الدوام و نحو ذالک، و ھٰذا ھو الابتداع و البدعۃ و یسمّٰی فاعلہ مبتدعا۔[1]

ترجمہ: اور اپنی طرف سے دوام کے ساتھ کیفیات کو متعین کر لینا اور معیّن شکل و صورت اور طور طریق کا (اعتقادی یا عملی) التزام کر لینا یا معین زمانوں کا التزام کر لینا وغیرہ وغیرہ، یہی ابتداع اور بدعت ہے اور اس کے کرنے والے کو بدعتی قرار دیا جاتا ہے۔

(ترجمہ ختم)

اور آگے آتا ہے کہ اجتماعی طور پر ایک ذکر کا التزام کر لینا متعین کیفیات و ہیئات کے التزام میں داخل ہے۔[2]

خلاف وصیت کرنے کا کیوں کر تصور کیا جا سکتا ہے۔ (محمد رضوان)

[1] الاعتصام الجزء الاول۔ الباب الاول فی تعریف البدع و بیان معناھا، ص ۲۵۔ مطبوعہ بیروت لبنان

[2] نیز آگے "بعض صوفیائے کرام کے مجالسِ ذکر قائم کرنے کے شبہ میں مدلل و مفصل جواب" کے عنوان کے تحت یہ تفصیل آتی ہے کہ التزام چاہے اعتقادی ہو یا عملی، بہر حال ناجائز ہے۔ اور اگر کسی محتاط کا اپنا عقیدہ درست ہو تب بھی ایہامِ جاہل کی وجہ سے اس کو علی الاعلان کرنا مکروہ ہے۔ علامہ شامیؒ نے بھی یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے۔

حاصل معنی کلام ھذین الشیخین بیان وجہ الکراھۃ فی المداومۃ و ھو انہ ان رای ذلک حتما یکرہ من حیث تغییر المشروع و الا یکرہ من حیث ایھام الجاھل۔ (رد المختار، کتاب الصلاۃ،

(۳) اور مذکورہ عبارت کے کچھ بعد علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

و منها التزام الكيفيات و الهيئات المعينة كالذكر بهيئة الاجتماع علىٰ صوت واحد۔[1]

ترجمہ: اور ان ہی بدعات میں سے ایک بدعت یہ ہے کہ مخصوص کیفیات اور معین ہیئات کا (اعتقاداً یا عملاً) التزام کر لینا جیسے کہ اجتماعی طریقے پر ایک ساتھ آواز ملا کر ذکر کرنا۔ (ترجمہ ختم)

اس عبارت میں مخصوص کیفیات اور معین ہیئات کی مثال اجتماعی انداز میں ایک ذکر کے التزام کی پیش کی گئی ہے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

فصل فی القراءۃ

و ما يفعل عقيب الصلاة فمكروه لان الجهال يعتقدونها سنة او واجبة و كل مباح يودي اليه فمكروه انتهى۔ و حاصله ان ما ليس لها سبب لا تكره ما لم يود فعلها الى اعتقاد الجهلة سنيتها كالتي يفعلها بعض الناس بعد الصلاة۔ (رد المحتار کتاب الصلاۃ باب سجود التلاوۃ)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں:

التزامِ اعتقادی کا ناجائز ہونا تو ظاہر ہے لیکن ظاہراً صحتِ اعتقاد کے ساتھ عملی التزام میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی، اس کو فقہاء کیوں منع کرتے ہیں؟ سو واقعی فقہاء حکماء ہیں، اسرارِ شریعت کو خوب سمجھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ التزامِ عملی سے رفتہ رفتہ اعتقاد پر بھی اثر ہونے لگتا ہے، خصوص عام لوگوں کے اعتقاد پر اور اگر بالفرض نہ بھی ہو تو اس میں صورتاً شریعت کے ساتھ معارضہ ہے جیسا کہ التزامِ اعتقادی میں حقیقتاً معارضہ ہے۔ اس لیے وہ دونوں قسم کے التزام کو منع فرماتے ہیں۔ (خطباتِ حکیم الامت ج۵۔ مواعظِ میلادُ النبی ص۲۶۱ و ۲۶۲۔ وعظ المورِدُ الفرسخی فی المولد البرزخی۔ مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ لاہور۔ سنِ اشاعت ۱۹۹۲ء)

[1] الاعتصام الجزء الاول۔ الباب الاول فی تعریف البدع و بیان معناها، ص۲۶۔ مطبوعہ بیروت لبنان۔

(۴) اور ایک مقام پر علامہ شاطبیؒ تحریر فرماتے ہیں:

فاذا ندب الشرع مثلا الی ذکر اللہ فالتزم قوم الاجتماع علی لسان واحد و بصوت او فی وقت معلوم مخصوص عن سائر الاوقات لم یکن فی ندب الشرع ما یدل علی ھذا التخصیص الملتزم بل فیہ مایدل علی خلافہ۔[1]

ترجمہ: جب شریعت نے کسی چیز کی ترغیب دی ہو مثلاً اللہ کا ذکر، تو اگر کوئی قوم اس کا (اعتقادی یا عملی) التزام کرلے کہ ایک زبان ہو کر آواز سے وہ اللہ کا ذکر کرے یا دوسرے اوقات کے علاوہ کسی مخصوص اور متعین وقت کے اندر وہ ذکر کرے تو شریعت کی وہ ترغیب اس مخصوص التزام کی ہوئی چیز پر ہرگز دلالت نہیں کرتی بلکہ وہ اس کے خلاف دلالت کرتی ہے۔ (ترجمہ ختم)

مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ذکر میں مخصوص کیفیات اور ہیئات کا التزام بدعت ہے، جس کو دیگر فقہائے کرام نے "بِشَیءٍ دُوْنَ شَیءٍ" سے اور ہمارے اکابر نے تداعی کی قید کو بھی مخصوص ہیئت کی تعین و التزام سے تعبیر فرمایا ہے، اور اس کا آگے ذکر آتا ہے۔

---

[1] الاعتصام الجزء الاول۔ الباب الرابع فی ماخذ اہل البدع بالاستدلال، فصل و منھا تحریف الادلۃ فی مواضعھا، ص ۱۶۹۔

اور مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک ذکر کا التزام بھی اس اصول میں داخل ہے اور ہماری زیرِ بحث مجالسِ ذکر میں ظاہر ہے کہ یہ خرابی موجود ہے۔

علامہ ابنِ ہمام و امام زیلعی رحمہا اللہ کا حوالہ

(۵) علامہ ابنِ ہمام اور امام زیلعی رحمہا اللہ فرماتے ہیں:

لا یمنع من ذکر اللہ تعالی بسائر الالفاظ فی شیء من الاوقات بل من ایقاعہ علی وجہ البدعۃ۔[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر خواہ وہ کسی طرح کے الفاظ کے ساتھ ہو اور کسی بھی وقت ہو، ممنوع نہیں بلکہ اصل ممانعت اس کو بدعت کے طریقہ پر کرنے میں ہے۔ (ترجمہ ختم)

اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

علامہ شامیؒ کا حوالہ

(٦) اور علامہ شامیؒ نے بھی رد المختار میں اصول کو نقل فرمایا ہے۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

لا یمنع من ذکر اللہ تعالیٰ فی وقت من الاوقات بل من ایقاعہ علی وجہ البدعۃ۔ (رد المختار کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین)

1 فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، مندوبات العیدین۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر خواہ وہ کسی بھی وقت ہو ممنوع نہیں ہے بلکہ اصل ممانعت اس کو بدعت کے طریقہ پر کرنے میں ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خواہ کسی بھی قسم کا ہو مثلاً لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمدللہ وغیرہ اور کسی بھی وقت ہو، یہ ممنوع نہیں۔ البتہ اگر ذکر میں کوئی بدعت شامل ہو تو وہ ممنوع ہو جاتا ہے۔ اور سب لوگوں کا مل کر ایک قسم کے ذکر کی پابندی اور اس کے لیے لوگوں کو جمع کرنے اور اس جیسی دوسری تخصیص کا بدعت ہونا پہلے بیان کیا جا چکا ہے، اور آگے بھی تفصیل کے ساتھ آتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کی تخصیصات و قیودات زیرِ بحث مروجہ ذکر کی مجلسوں میں موجود ہیں۔[1]

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ کا حوالہ

(۷) ...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ اجتماعی انداز میں ایک خاص ذکر کے متعلق حضرت ابنِ مسعودؓ کی روایت نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:

"اگرچہ ذکر مطلقاً جائز ہے مگر جس موقعے پر کوئی طرزِ خاص قرونِ ثلاثہ میں پایا گیا ہے اس کو دوسری طرح بدلنا بدعت ہے ......

[1] اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم، مؤلفہ مفتی محمد رضوان صاحب، ص ۳۲ تا ۵۷

بہر حال ذکر اس طرح کرنا بدعت ہے"[1]

اور حضرت ابنِ مسعود و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی صحیح روایات سے پہلے معلوم ہو چکا کہ اس طرح جمع ہو کر ذکر کرنے کا خاص طرز صحابہ کرام اور خیر القرون میں نہیں پایا گیا۔

اور جس نے خیر القرون میں اس کا ارتکاب کیا، اس پر خیر القرون کے دور میں نکیر کی گئی۔[2]

(۸) ...... اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

عقدِ مجلسِ مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے، لہٰذا اس زمانے میں درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کامل مع تالیفاتِ رشیدیہ، ص ۱۱۳، کتاب البدعات)

تداعی سے مراد لوگوں کو اس غرض کے لیے دعوت دینا، بلانا اور جمع کرنا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر فی نفسہٖ عبادت و مستحب ہے۔ کیوں کہ یہ ذکر کی ایک شکل اور فرد ہے، اس میں کوئی کلام نہیں۔ جبکہ اس میں کوئی دوسرا گناہ اور غیر شرعی بات شامل نہ ہو، اور اگر اس کے لیے

---

[1] تذکرۃ الرشید ج ۱، ص ۱۷۰ ملخصاً، در ذیل شبہاتِ فقہیہ و مسائلِ مختلف فیہا، مؤلفہ: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

[2] چناں چہ براہینِ قاطعہ میں ہے:
خود قرنِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی اگر کوئی امر ہوا، اور اس پر انکار کیا گیا تو وہ جائز و حجت نہیں ہوتا۔ (براہینِ قاطعہ، ص ۴۹۔ مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی)

مجلس کا اہتمام اور تداعی موجود ہو، تو جائز نہیں؛ کیوں کہ یہ تداعی امرِ غیر مشروع ہے۔

اسی طرح تہلیل، تسبیح وغیرہ کی شکل میں ذکر اللہ بھی عبادت و مستحب ہے، کیوں کہ یہ بھی ذکر کی ایک شکل اور فرد ہے، اور اس میں کلام نہیں، جبکہ اس میں کوئی غیر شرعی بات شامل نہ ہو، اور اگر اس کے لیے مجلس کا اہتمام اور تداعی موجود ہو، تب یہ عمل جائز نہ ہو گا، جس کی مزید تفصیل آگے براہینِ قاطعہ سے آتی ہے، اور یہ کتاب حضرت گنگوہیؒ کی منشاء پر تالیف کی گئی، اور حضرت گنگوہیؒ نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی، اور اس کے مندرجات سے اتفاق بھی فرمایا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کا حوالہ

(۹) ...... حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے شیخ و مربی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے براہینِ قاطعہ کتاب میں (جو کہ ہمارے اکابر کی مسلمہ دستاویز اور سنت و بدعت کے اصول و قواعد کی مستحکم کتاب ہے) اس مسئلہ کی اصول و قواعد کی روشنی میں مدلل و مفصل انداز میں وضاحت فرمادی ہے، جس کے بعد کسی انصاف پسند صاحبِ علم کے لیے تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

ذکر اللہ تعالیٰ اسی وقت مقبول ہے کہ حسبِ قاعدہ شرع کے ہو، نہ

بطور بدعت و معصیت کے؛ پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہو گا، اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی۔ چناں چہ پہلے بھی جواب اس سفسطہ (مغالطہ) کا ہو چکا ہے، کہ منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے، نہ کہ بوجہ ذکر کے [1]

اور آگے آتا ہے کہ ذکر اللہ یا ذکرِ رسول میں کوئی قید و تخصیص پیدا کرنا بدعت ہے، کیوں کہ اس میں حکمِ شرعی کا تغیر و تبدل پایا جاتا ہے، اور تداعی بھی قید و تخصیص میں داخل ہو کر بدعت ہے۔

اور پیچھے فقہائے کرام کی عبارات میں بھی "بشیء دون شيء" اور "التزام الکیفیات والھیئات" اور ان جیسے الفاظ سے اس قسم کی قیود و تخصیصات کا بدعت و مکروہ ہونا، اور اس کی علت کا صحابہ و تابعین سے منقول نہ ہونا گزر چکا ہے۔

لہٰذا حضرت سہارنپوریؒ کی یہ تحقیق فقہائے کرام کی تصریحات کے عین مطابق بلکہ انہی تصریحات سے ماخوذ ہے۔

(۱۰) ...... ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"پس حاصل یہ ہوا کہ نفسِ ذکر مستحب اور قیود اس کی ممنوع، اور مجموعہ مقیَّد بھی ممنوع" (براہینِ قاطعہ، ص ۱۵۴)

(۱۱) ...... ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

---

[1] براہینِ قاطعہ، ص ۱۱۳۔ مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کلیہ شرعیہ ممہد ہو چکا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا بدعت ہے۔[1]

(۱۲) ...... نیز ایک مقام پر فرماتے ہیں:

مطلق میں کسی فرد کو خاص کرنا بدعت ہے، خواہ ذکر اللہ تعالیٰ میں واقع ہو، خواہ ذکرِ رسول ﷺ میں اور اگر اپنے اطلاق پر رہے تو جائز[2]

اس سے یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ معلوم ہو گئی کہ خواہ ذکر اللہ ہو یا ذکرِ رسول ﷺ، اس کے کسی فرد کو خاص اور مقید کرنا بدعت ہے، اور تداعی کے عمل کا خاص اور مقید ہونا پہلے گزر چکا ہے، اور آگے بھی آتا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱۳) ...... مزید فرماتے ہیں:

اور بالاستقلال اس ذکر کو کسی نے منع نہیں کیا، مؤلف اپنے دماغ کا علاج کرے، تداعی اور اہتمام اس ذکر کے واسطے بالخصوصیت مکروہ کہتے ہیں، مثل تداعی نوافل کے، اور یہاں مسجد میں مجمع اس قصیدہ کے واسطے جمع نہ ہوا تھا، بلکہ خود خدمتِ فخرِ عالم میں تھے[3]

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ یا ذکرِ رسول میں تداعی جیسی قیود

---

[1] براہینِ قاطعہ، ص ۱۵۸

[2] براہینِ قاطعہ، ص ۱۹۵، ۱۹۶

[3] براہینِ قاطعہ، ص ۱۷۹

مکروہ و بدعت ہیں، مطلق ذکر مکروہ و ممنوع نہیں، اور جو کوئی اس کے خلاف سمجھتا ہے، وہ اس کی غلط فہمی ہے۔

(۱۴) ...... ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''نفسِ ذکرِ مولود مندوب و مستحسن ہے، مگر صلوٰۃِ نفل اس سے اعلیٰ اور افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضلُ القربات اور خیر موضوع ہے۔ مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی و اہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع نہیں، بدعت لکھتے ہیں۔ یہاں ذکرِ مولود بھی گو مندوب ہے مگر تداعی و اہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں، بدعت ہووے گا۔ البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے۔ کیوں کہ وہ فرض ہے جیسا فرائضِ صلوات میں تداعی ضروری ہے۔'' (براہینِ قاطعہ، ص ۱۵۴)

فائدہ: یہ بات متعدد مرتبہ ذکر کی جاچکی کہ اللہ تعالیٰ کا مطلق ذکر بھی مستحب ہے، لہٰذا اس کے لیے بھی قیود اور تداعی و اہتمام غیر مشروع اور بدعت ہو گا، جس طرح سے ذکرِ رسول ﷺ بغیر کسی قید کے مستحب ہے، اور تداعی و اہتمام جیسی قیود شامل ہو کر بدعت ہے۔ کیوں کہ دونوں ذکر کے افراد ہیں۔[1]

---

[1] چناں چہ ایک مقام پر براہینِ قاطعہ میں اس اصول کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ:
ذکر فخر عالم ﷺ کا مطلق بلا کسی قید کے مندوب ہے، اور کسی ہیئت اور قیود سے مقید کرنا اس کا اگرچہ وہ قیود امورِ مباحہ یا مندوبہ ہی ہوں، مکروہ و بدعت ہے...... تداعی و اہتمام وغیرہ اگر سب یا

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ موجودہ ترتیب کے ساتھ (جس میں تداعی اور بہیئتِ اجتماعی مخصوص ذکر جیسی قیود ہوں) ایسی مجالسِ ذکر مباح وجائز نہیں، چہ جائیکہ مستحب و سنت ہوں۔

پہلے فقہائے کرام کے حوالوں سے یہ بات گزر چکی ہے کہ تلاوتِ قرآن کے لیے اجتماعی و تداعی مکروہ وبدعت ہے، اور تلاوتِ قرآن بھی ذکر کا ایک فرد ہے۔

چناں چہ براہینِ قاطعہ میں یہ اصول کیا گیا ہے کہ جب مطلق کو مقید

بعض جیسا مروج ہے؛ ذکر مولود کے ساتھ ہوویں گے، تو وہ محفل بوجہ ان قیود کے اطلاق سے نکل کر بدعت ہو جاوے گی (براہینِ قاطعہ، ص ۲۵۴)

مطلب یہ ہے کہ مقید کرنے کے بعد ہیئتِ حاصلہ و مرکبہ مکروہ و بدعت ہے۔

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

کلام قیود میں ہے کہ ان قیود کے ضم سے مجموعہ مکروہ و بدعت ہو جاتا ہے (براہینِ قاطعہ، ص ۱۵۳)

نیز فرماتے ہیں کہ:

مولود ذکرِ خیر کا نام ہے، مگر اس کے ساتھ اگر کوئی امر مکروہ منضم ہو جاوے گا، تو مجموعہ لاریب مکروہ ہو جائے گا، کہ مجموعہ حلال و حرام ہی ہوتا ہے، صدہا مثالیں موجود ہیں، اور قاعدہ کلیہ فقہ کا ہے کہ "اذا اجتمع الحرام و الحلال غلب الحرام" (براہینِ قاطعہ، ص ۱۸۲)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اگر سب اجزاءِ مباح سے ترکیب ہو اور پھر ہیئتِ حاصلہ بھی مباح ہو، اس وقت اباحت ہوتی ہے، اور اگر ہیئت میں کراہت یا حرمت آجاوے گی، تو مرکب کا حکم بدل جاوے گا (براہینِ قاطعہ، ص ۷۶)

نیز فرماتے ہیں:

عباداتِ مسنونہ لحوقِ امورِ مکروہ سے مکروہ اور لحوقِ امورِ محرمہ سے حرام ہو جاتی ہے، بلا اختلاف (براہینِ قاطعہ، ص ۱۸۵)

کرنے کی ممانعت کسی فرد میں ثابت ہو جائے، تو جملہ افراد و کلیات میں یہ حکم ظاہر ہوتا ہے۔

چناں چہ فرماتے ہیں:

اطلاق کا مقید کرنا کسی فرد میں جب منع ثابت ہو گیا؛ تو جملہ افراد و کلیات میں یہ حکم ظاہر ہو گیا[1]

پس جب ساری بحث ان مجالسِ ذکر کے بارے میں ہے، جن میں مکروہ و بدعت امور منضم و شامل ہوں، تو ایسی مجالس کو، ان اجزاء کی بنیاد پر جائز بلکہ مستحب قرار دینا، جو مباح و مندوب ہوں، کیسے درست قرار پا سکتا ہے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور یہ وہی غلط فہمی ہے، جو پہلے بارہا اہلِ بدعت سے سرزد ہو چکی ہے، اور اس کا بار بار ہمارے اکابر فقہا نے یہ رد فرمایا ہے۔[2]

---

[1] براہینِ قاطعہ، ص ۱۹۶، مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی

[2] ہمارے اکابر نے جابجا نوافل کی طرح ذکر میں تداعی کو ناجائز قرار دیا ہے، اور نوافل کی مخصوص جماعت کے ضمن میں مذکور کئی قواعد جاذ کر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے براہینِ قاطعہ میں بے شمار مقامات پر حضرت گنگوہیؒ کے حکم کی تعمیل میں تداعی بالنوافل کے قاعدے سے کئی مسائل پر استدلال فرمایا ہے۔

چناں چہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

پس بناء بر علیٰ ہذہ القاعدۃ شارحِ منیۃ نے صلاۃ الرغائب کے بدعت ہونے میں چند دلائل لکھے ہیں، کہ یہاں ان کا نقل کرنا مناسب ہے، بقولہ منہا فعلہا بالجماعۃ و ھی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع، جماعت کو شارح نے خاص فرائض کے ساتھ کیا ہے، سو نوافل میں قید جماعت کی مشروع ہوئی، مگر

جس کی اجازت شرع سے ثابت ہو گئی، جیسے تراویح و استسقاء و کسوف، اور بلا تداعی نوافلِ مطلقہ میں تو جائز ہو گی، باقی اپنی حالت کراہت پر رہی، تو دیکھو کہ جماعت یہاں منقول نہیں، بلکہ فرائض کے ساتھ مخصوص تھی، سو نوافل میں جماعت کا کرنا تخصیص شارع کا توڑنا، لہٰذا لم یرد بہ الشرع کہا، اور اس کا ہی نام بدعت ہے (...... وبعد السطر......) و منھا ان العامۃ یعتقدو نھا سنۃ، اس کی وجہ یہی ہوئی کہ جس امر مباح مندوب کے سبب عوام کے اعتقاد میں فساد ہو، اس کا ایسی طرح کرنا ممنوع ہے، کہ اس کا تغیر حکمِ شرعی کا لازم ہو جاوے عند العوام، اور رفعِ فتنہ عوام کا حتی الامکان واجب ہے، و منھا ان الصحابۃ و التابعین و من بعدھم من المجتھدین لم ینقل عنھم یہ خود روشن ہے کہ جس کی اصل قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہ ہو، وہ خود بدعت و مردود ہووے گا، سو یہ تعینات و تقیدات خلاف ان قرون کے کرنا خود باطل ہوا۔ اب غور درکار ہے کہ اس صلاۃ کے امتناع پر شارح منیہ نے اس قاعدۂ کلیہ سے کہ عدم تجاوز حدود شرعیہ کا ہے، یہ چند قواعد استخراج کیے ہیں کہ یہ قواعد مثل انواع کے ہیں ماتحت جنسِ کلی کے اور ان سب سے صدہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے۔

ایکؔ یہ کہ شارع نے جس کا اہتمام و تداعی کے ساتھ حکم فرمادیا وہ تو اس طرح ہووے اور جس کو مطلق فرما دیا اس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہیے ورنہ تبدیل حکم شرعی و بدعت ہو جاوے گا۔

دوسرےؔ یہ کہ جس شی کو کسی خصوصیات کے ساتھ فرمایا وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہووے گی ورنہ تخصیص بدعت ہی ہووے گی۔

تیسرےؔ یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر کر دیا ہے وہاں تو قید زمانہ کی مشروع ہے ورنہ بدعت ہے۔

چوتھےؔ یہ کہ اگر اس کی تداعی یا دوام سے عوام کو فسادِ عقیدہ حاصل ہوا تو اس کا ترک کرنا لازم ہے، اگر وہ امر استحباب کے درجہ میں ہو نہ سنت مؤکدہ اور واجب کے۔ پانچویںؔ یہ کہ جس شی کی اصل قرونِ ثلاثہ سے نہ ملے وہ بدعت ہے۔ اور ان سب جگہ علماً و عملاً یہ حکم ہے اور شی اگر فی نفسہٖ جائز ہو مگر ان قیود وجوہ سے بدعت ہوتی ہے۔

پس یہ پانچ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہیں، کہ شارح منیہ نے استفادہ فرمائے اور سب فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں، اور ان ہی قواعد سے فاتحہ مرسومہ، اور سیوم و چہلم وغیرہ اور تعین جمعرات وغیرہ کی اور محفل میلاد و مروجہ سب کی سب بدعات ہو گئی ہیں اور تمام رسالۂ مولف کا رد ہو گیا (براہینِ قاطعہ، ص۱۱۸،۱۱۹)

مروجہ مجالسِ ذکر میں تداعی اور دیگر غیر مشروع قیود کا ذکر گزر چکا ہے، مذکورہ قواعد پر صدہا

جزئیات کا متفرع ہونا اور ان سے بے شمار بدعات کا ثابت ہونا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے شیخ ومربی کی گزشتہ عبارت سے معلوم ہو گیا۔

ان سب اصولوں کے برعکس ایک صاحبِ علم بزرگ لکھتے ہیں کہ:

بعض لوگ ایسے ہیں کہ مجالسِ ذکر کے انعقاد کا انکار کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ احناف کے نزدیک تداعی الی النوافل درست نہیں۔

حالاں کہ یہ اصول صرف نوافل کی جماعت کے ساتھ خاص ہے (ذکر اللہ کے فضائل و مسائل، مصنفہ: مفتی مختار الدین صاحب، ص۲ درذیل مقدمہ کتاب، ناشر دار الایمان و یسٹریج III راولپنڈی، تاریخ طبع محرم ۱۴۲۸ھ، جنوری ۲۰۰۷ء)

"بعض لوگ ان کھلی کھلی شہادتوں کے باوجود مجالسِ ذکر سے متعلق تداعی کا مسئلہ چھیڑتے ہیں، اور لوگوں کے دلوں سے مجالسِ ذکر اللہ کی اہمیت کم کرنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ:

"اگر اتفاقی طور پر کچھ لوگ جمع ہو گئے تو اس طرح مجلسِ ذکر تو جائز ہے مگر مجالسِ ذکر کا انعقاد اور اس کی طرف بلانا درست نہیں"

یہ اس قدر بے ہودہ بات ہے کہ اس کا جواب دینا ضیاعِ وقت کے مترادف ہے" (ایضاً ص۳۳۸، ۳۳۹ درذیل تداعی کا مسئلہ)

تداعی الی مجالس الذکر کو تداعی الی النوافل پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، جس کی بناء پر لوگوں کو نہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے ذکر سے روکا جا رہا ہے، بلکہ ایسے حضرات کا یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جزبز ہونے کی عکاسی بھی کرتا ہے (ایضاً، ص۳۳۹)

مزید لکھتے ہیں: تداعی الی مجالس الذکر کا تعلق ذکر کے ساتھ ہے، اور اس حکم کی ادائیگی کی انفرادی اور اجتماعی ہر صورت میں ترغیب موجود ہے...... لہٰذا تداعی الی مجالسِ ذکر کو تداعی الی نوافل پر قیاس کرنا درست نہیں...... تداعی الی مجالسِ الذکر والی صورت میں تو قرآن وحدیث میں خود انفرادی طور کے علاوہ اجتماعی طور پر ذکر کرنے کی ترغیب موجود ہے، لہٰذا اجتماعی طور پر فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے تداعی تو ضروری ہوگی (ایضاً ص ۳۴۴ ملخصاً)

تداعی الی مجالس الذکر کو ک تداعی الی النوافل پر قیاس کرنا درست نہیں۔ (ایضاً، ص۳۴۵)

جب ذکر بالجہر ثابت ہو چکا ہے، پھر بھی اس کے بعد بلا کسی وجہ کے یہ اعتراض اٹھانا کہ ذکرِ جہر تو جائز ہے، مگر فلاں ہیئت اور صورت کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے، یقیناً حماقت اور سفاہت کی دلیل

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہے، اور اس کے بعد یہ مطالبہ کرنا کہ یہی صورت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے یا کہ نہیں؟ صرف ضد اور ہٹ دھرمی ہے (ایضاً ص ۲۰۷)

جس چیز کا جواز یا استحباب یا حلال ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کی کسی صورت یا کسی فرد و جزو کو بغیر کسی مضبوط دلیل یا برہان کے ناجائز یا حرام یا بدعت کہنا خود قرآن مجید اور شریعتِ مطہرہ کی رو سے ناجائز اور ایک اعتقادی بدعت ہے (ایضاً ص ۳۰۵)

فقہاء و اکابر کی مطلق اور مقید میں فرق کی تصریحات سے ان امور کا جواب واضح ہے، جس پر تبصرے کی ضرورت نہیں۔

جن امور کو کھلی شہادتیں قرار دیا گیا ہے، ان میں تداعی اور مجتمع ہو کر ایک ذکر کے التزام جیسی قیود کے جواز کی کوئی دلیل مذکور نہیں، اور اصل تنازعہ انہی امور پر ہے، مطلق و مقید، عام و خاص میں فرق نہ کرنا اور صدہا جزئیات متفرع ہونے والے قواعد کو نظر انداز کر دینا درست نہیں

اس سے قبل محفلِ میلاد اور دیگر بعض بدعات کی حمایت میں بھی بعض حضرات اسی قسم کی قیود کو نظر انداز کرنے کے باعث غلط فہمیوں میں مبتلا رہ چکے ہیں، جن کے رد پر ہمارے اکابر کے تحقیقی مضامین موجود ہیں۔

اب جو چاہے فقہاء و اکابر کی اتباع کرے، اور جو چاہے کسی اور کی۔

وللناس فیما یعشقون مذاہب، نبی اپنا اپنا، امام اپنا اپنا

پھر فقہائے کرام کے مسلمہ قواعد اور اکابر کی مسلمہ دستاویزات میں مذکور تداعی کے مسئلے کا انکار کرنے اور مزید برآں اس کو بے ہودہ بات اور اس کو سفاہت و حماقت کی دلیل اور ضد اور ہٹ دھرمی اور اعتقادی بدعت اور قیاس مع الفارق اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکنے اور جزبز ہونے کا عکاس وغیرہ قرار دینے سے وہ فقہاء و اکابر بھی محفوظ نہیں رہ جاتے، جو اس تداعی سے منع فرما رہے ہیں، اور صدہا جزئیات اخذ فرما رہے ہیں۔

اس موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے شیخ و مربی، حضرت سہارنپوریؒ کی یہ بات کافی ہے کہ:

پس مؤلف کا فہمِ عالی کہ یہ کلیہ صلاۃ ہے، کہاں مولود اور کہاں صلاۃ؟ سبحان اللہ ایسے فہم پر تحریرِ کتاب ہے، یہ نہیں جانتا کہ تعدی حد اللہ اور تغیر حکمِ شرع اس سے ثابت ہوا، اور تعدی تبدیل و حکم سب جگہ بدعت ہے" (براہینِ قاطعہ، ص ۶۶، در ذیل مولوی امیر باز خان کے جواب کے رد کا رد)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱۵) ...... اور براہینِ قاطعہ میں یہ اصول بھی واضح کیا گیا ہے، کہ کسی ایسے عمل کو جو مطلق وارد ہوا ہے، اس میں تغیر کرنا جائز نہیں، اور مطلق کو مقید کرنا یا اس کے کسی وصف کو بدلنا بھی تغیر میں داخل ہے، چناں چہ فرماتے ہیں:

جس مقام میں جو ذکر وارد ہے، وہی رہے، اس جگہ تبدّل تغیّر نہ چاہیے، جیسا تبدل میں تغیر ہے، تقیید میں بھی تغیر ہے، دونوں ناجائز ہوئے، خواہ زیادت سے ہو خواہ تبدیل سے ہو [1]

(۱۶) ...... اور فرماتے ہیں:

کسی اطلاقِ شارع کو قیدِ زبان و مکان و ہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے، بدون اذانِ شارع کے، پس اس کلیہ سے جو مسئلہ تمام امت کا ہے، اور ان احادیث اور روایات وفقہائے مجتہدین سے خوب محقق ہوا کہ کسی حکم کا کسی وجہ سے تبدّل و تغیّر نہیں چاہیے، نہ کمی سے نہ زیادت سے؛ نہ تبدیلِ وصف سے [2]

تداعی اور ایک ذکر کے التزام کا کسی ہیئت سے مقید ہونا پہلے فقہاء و اکابر کی صراحتوں سے معلوم ہو چکا۔

مذکورہ اصولی درجہ کے قواعد سے معلوم ہوا کہ ذکر میں تداعی وغیرہ

---

[1] براہینِ قاطعہ، ص ۱۶۰

[2] براہینِ قاطعہ، ص ۱۵۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

جیسی قیود بدعت ہیں۔

گزشتہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تداعی اور مخصوص ذکر کے بہیئتِ اجتماعی التزام جیسی قیود کے ہوتے ہوئے مروجہ مجالسِ ذکر کو مباح یا مسکوت عنہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔[1]

---

[1] پس بعض نے جو یہ فرمایا کہ:

یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں عمل نہیں کیا، اور اگر کسی نے کیا تو بدعت ہے، یہ بات درست نہیں ہے، مثلاً کوئی کہے کہ موجودہ ترتیب کے ساتھ مجالسِ ذکر اور عملِ دعوت آں حضرت ﷺ اور صحابہؓ نے نہیں کیا، تو یہ بدعت ہے۔ یہ بات صحیح نہیں، جو کام شریعت میں مسکوت عنہ ہو، وہ مباح ہے۔ اس کا کرنا اس وقت بدعت ہو گا جب اس کو شریعت اور سنت کا درجہ دے کر کیا جائے ...... فقہاء اور اصولیین کے یہاں احکام کے ثبوت کے لیے چار دلائل ہیں۔ قرآن و سنت، اجماع و قیاس الخ (ملاحظہ ہو: "ذکر اجتماعی و جہری شریعت کے آئینہ میں"، ص ۱۳۸، مطبوعہ: زمزم پبلشرز کراچی، تاریخِ اشاعت اپریل ۲۰۰۷ء)

یا یہ فرمایا کہ ہمارے علماء دیوبند تیجہ، برسی، چہلم اور وفات کے بعد کے رسوم کو اس لیے منع کرتے ہیں، کہ اس کو شریعت کا درجہ دے کر مقصود سمجھا جاتا ہے، مجالسِ ذکر اور ان کے مخصوص طرق کو کوئی بھی شریعت اور مقصد کا درجہ نہیں دیتا (ملاحظہ ہو: "ذکر اجتماعی و جہری شریعت کے آئینہ میں" ص ۱۴۰، مطبوعہ: زمزم پبلشرز کراچی، تاریخِ اشاعت اپریل ۲۰۰۷ء)

مذکورہ بالا تفصیل سے اس کا جواب بھی ہو گیا اور آگے بھی مزید تفصیل آتی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ کے عمل میں تو تداعی ثابت ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں، لیکن مجوث فیہ اصطلاحی ذکر مطلق وارد ہوا ہے، اس میں تداعی اور اس جیسی دوسری قیود کا کوئی ثبوت نہیں، کیوں کہ اس میں مطلق کو مخصوص کرنا ہے، جو کہ بدعت و زیادت فی الدین ہے نہ کہ مباح و مسکوت منہ، اور بدعت کا ارتکاب غیر مقصودی درجہ میں رہ کر بھی جائز نہیں ہوتا، لہٰذا اس قسم کی قیود والی موجودہ ترتیب کے ساتھ مجالسِ ذکر کو مسکوت عنہ اور مباح کا درجہ دینا درست نہیں۔

چناں چہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے شیخ و مربی کی عظیم تالیف براہینِ قاطعہ میں ہے:

کسی فردِ مطلق کو مخصوص کرنا بدعت ہے (براہینِ قاطعہ، ص ۱۹۶، مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی)

اور ایک مقام پر ہے:
تقیید مطلق مامور کی بدعت ہے، کیوں کہ یہ قیود و قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہیں ہوئیں، اور ان کی اصل وہاں سے نہیں معلوم ہوئی، تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ ممانعت بسبب قیود کے ہے، نہ بسبب اصل ذکر (براہینِ قاطعہ، ص۱۷۹)
اور ایک اور مقام پر انوارِ ساطعہ کے مؤلف کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے مربی و شیخ نے جو کچھ فرمایا، وہ مِن و عَن مذکورہ دلیل کی تردید میں کافی ہے، چناں چہ فرماتے ہیں:
(انوارِ ساطعہ کا مؤلف) اس غلطیٔ فاش پر ناز کر کے کس دعوے پر کہتا ہے کہ مانعین نے کوئی دلیل منع کی نہیں لکھی سوائے قرونِ ثلاثہ میں موجود نہ ہونے کے۔
سبحان اللہ! جب یہی دلیل منع کی نہیں، تو پھر کون سی دلیل مؤلف کے نزدیک معتبر ہووے گی، کہ یہ دلیل حاوی جمیع دلائل کو ہے، اور حججِ اربعہ (یعنی قرآن و سنت، اجماع و قیاس۔ ناقل) اس میں حصر ہو گئے ہیں، پس بعد حججِ اربعہ کے شاید توریت و انجیل سے حجت کی خواہش مؤلف رکھتا ہو گا، معاذاللہ، فماذا بعد الحق الا الضلال پھر وہی بات کہ مؤلف نے اپنے فہم سے اس کلام کے معنیٰ یہ سمجھے، اس وجہ سے تحریرِ لاطائل سے کاغذ سیاہ کیا، اور غلط فہمی اس کی اب بھی ظاہر ہو چکی، و اذلم یھتدوا بہ فسیقولون ھذا افک قدیم (براہینِ قاطعہ ص۳۶،۳۷ بلفظہٖ)
اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:
"بدعت کا احداث ہر گز جائز نہیں ہوتا کسی وجہ سے، یہ بھی لاعلمی مؤلف کی ہے قواعدِ دینیہ سے"
(براہینِ قاطعہ ص۱۴۲ درذیل قاعدہ کم من احکام مختلف باختلاف الزمان کی تحقیق)
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:
"فی الحقیقت جو امرِ خیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہو وہ خود نا جائز ہے" (تذکرۃ الرشید ج۱ ص۱۲۸)
"یہ امر بھی یقینی ہے کہ جو امرِ خیر بذریعہ غیر مشروع حاصل ہو وہ امرِ خیر نہیں ہے اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جاوے تو اس کا ثمرہ کچھ ہی ہو، جائز الحصول نہ ہو گا" (تذکرۃ الرشید ج۱، ص۱۳۰)
اور تداعی وغیرہ کی قیود کا غیر مشروع ہونا مدلل و مفصل انداز میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ نیز عوام اور جامع میں اس عمل کے کرنے سے عوام سے مقصود و غیر مقصود میں فرق کی توقع رکھنا بعید ہے، جبکہ احتمالِ فسادِ عقیدۂ عوام کی وجہ سے ممانعت کا برقرار رہنا اوپر بوادر کی عبادت میں گزر چکا ہے۔ اور اس کی مزید تفصیل آگے "مجالس ذکر کے تعلیماً منعقد ہونے" کے ضمن میں آتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا حوالہ

(۱۷) ...... حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں:

”اگر کوئی عارض موجبِ منع اس میں منضم ہو جاوے، مثلاً سماع خلافِ شرائط یا اختلاطِ امارد و نساء یا مجمع کے جمع کرنے کا اہتمام، مخصوص فساق وفجار کے شریک کرنے کا اہتمام یا شرکت کے بعد بلا ضرورت ان کا احترام، یا احتمال فسادِ عقیدۂ عوام، تو ان عوارض سے پھر وہ بھی ممنوع ہو جاوے گا اور قطعاً وہ عرس واجب الترک ہو جاوے گا (بوادر النوادر، ص ۴۰۱، ستائیسواں نادرہ)

نہ کوئی تاریخ معین ہے، نہ اجتماع میں تداعی یا اہتمام ہے[1]

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مجالس تداعی اور مجمع کو جمع کرنے اور اہتمام کی وجہ سے واجب الترک ہو جاتی ہیں، جیسا کہ عرس کہ یہ تداعی کی وجہ سے بھی واجب الترک ہے، اگرچہ اور کوئی مفسدہ نہ پایا جا رہا ہو، حالاں کہ بزرگوں کی قبور کی زیارت فی نفسہٖ مستحب ہے۔

اسی طرح بحوث فیہ نفسِ ذکر بھی مستحب ہے، اور اس کے لیے تداعی ممنوع ہے۔

(۱۸) ...... اور ایک مقام پر حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:

---

[1] ایضاً ص ۴۰۳

بعض جگہ شبِ قدر میں لوگ جمع ہو کر شب بیداری کا خاص اہتمام کرتے ہیں، اس کا مکروہ ہونا فصلِ سوم میں بیان ہو چکا ہے، اتفاقاً اگر دو چار آدمی جمع ہو جائیں وہ اور بات ہے۔

غرض بطور خود ہر شخص حسبِ ہمت عبادت میں مشغول رہے، خاص اہتمام اور انتظام خلافِ شرع ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ شبِ قدر جو کہ فضیلت والی رات ہے، اس میں جمع ہو کر عبادت کا خاص اہتمام و انتظام یعنی تداعی مکروہ و خلافِ شرع ہے اور بغیر تداعی کے بطورِ خود ہر شخص کو عبادت میں مشغولی اختیار کرنی چاہیے، پھر جن اوقات میں عبادت کا خاص اہتمام بھی ثابت نہیں ان میں خاص ذکر کے لیے "کہ وہ بھی عبادت کا ایک فرد ہے" جمع ہونا اور تداعی کا عمل اختیار کرنا کیسے جائز ہو گا؟

پس جو حضرات تداعی کی کراہت کو نفل نماز کے ساتھ خاص جانتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، کیوں کہ حضرت حکیم الامتؒ نے تداعی کا یہ حکم نوافل کے بارے میں بیان نہیں فرمایا، اور فقہائے کرام سے بھی پہلے ذکر کے دیگر افراد میں عموم گزر چکا ہے۔

(۱۹) ...... اور امداد الفتاویٰ میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے:

---

[1] اصلاح الرسوم، تیسرا باب، پانچویں فصل ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی

سوال: سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لیے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام و اوقاتِ متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لیے کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لیے جو بدعت اور مکروہ ہے۔ ٦ جمادی الاولیٰ ١٣٥٤ھ [1]

اس فتوے میں قرآن مجید کی قرأت کے لیے تداعی کو بدعت اور مکروہ قرار دیا گیا ہے، اور اس سے پہلے فقہائے کرام سے بھی اس عمل کا مکروہ و بدعت ہونا اور اس کی علت کا "عدمِ نقل عن الصحابۃ والتابعین" ہونا ذکر کیا جاچکا ہے۔ نیز قرآن مجید کے ذکر کا فرد ہونا بھی پہلے بیان کیا جاچکا ہے، اور ذکر کے لیے بھی تداعی کا عدمِ منقول عن الصحابۃ والتابعین ہونا گزر چکا ہے، اور اشتراکِ علت سے اشتراکِ حکم کا ہونا اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ [2]

[1] امداد الفتاویٰ، ج ١ ص ٥٣٩، ٥٤٠، باب الجنائز وج ٤ ص ٦٠٥، ٦٠٦

[2] ملحوظ رہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کے اوائلِ دور کی بعض تحریرات (مثلاً فیصلہ ہفت مسئلہ) ایسی ہیں کہ ان سے بعض لوگوں کو چند مسائل میں غلط فہمی ہو جاتی ہے۔
لیکن جب حضرت حکیم الامتؒ کی حضرت گنگوہیؒ سے تفصیلی مکاتبت ہوئی تو حضرت حکیم الامتؒ نے ان مسائل میں حضرت گنگوہیؒ سے اتفاق فرمالیا تھا، اور اصلاح الرسوم وغیرہ اس اتفاق کے بعد کی تصنیفات ہیں، اس لیے اوائلِ دور کے ان مسائل سے استدلال درست نہیں ہے، جن میں

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب اور کفایت المفتی کا حوالہ

(۲۰) ...... حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کا فتویٰ جو مجالسِ ذکر اور حلقہائے ذکر سے متعلق کفایت المفتی میں ہے، سوالاً وجواباً درجِ ذیل ہے:

حُكْمُ انْعِقَادِ الْمَحَافِلِ الْمَوْسُوْمَةِ بِحَلَقَةِ الذِّكْرِ

(یعنی حلقۂ ذکر کے نام سے منعقد ہونے والی محافل کا حکم)

سوال: ...... ان فی دیارنا انعقدت محافل متعددة فی اماکن مختلفة موسومة بحلقة الذکر بین معاشر المسلمین فمن الناس من ینعقدھا فی اسبوع مرة ومنھم من یحضرھا فی شھر مرة فیھا یذکرون اللہ تعالٰی ویکبرونه و یسبحونه ویمجدون ویھللون ویستغفرون ویحمدون و یتلون القرآن ویصلون علی النبی الکریم واحیانا یقراء فیھا المولد ویذکر وغیر ذالک من الاوراد یقرؤن مجتمعین و الغرض من ذالک ان یولف اللہ تعالٰی بھذہ البرکات بین قلوب المومنین و ینور قلوبھم بنور الھدایة فیفوزوا بالفلاح والنجاح یوم الدین۔

حضرت حکیم الامتؒ کی بعد میں رائے تبدیل ہوگئی تھی۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

(ترجمہ سوال) ہمارے علاقے میں مختلف مقامات پر متعدد محفلیں قائم ہیں جن کو حلقۂ ذکر کہا جاتا ہے، بعض لوگ ایسی محفلیں ہفتہ میں ایک مرتبہ منعقد کرتے ہیں اور بعض مہینے میں ایک مرتبہ، ان محفلوں مین لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور تکبیر و تسبیح و تمجید بیان کرتے ہیں، کلمہ طیبہ، استغفار، تمجید کا ورد کرتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں، کبھی کبھی ان محفلوں میں مولود شریف اور دیگر اذکار بھی پڑھتے ہیں اور اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان اذکار کی برکت سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قلوب میں محبت و الفت پیدا کر دے اور نورِ ہدایت سے منور کر دے تاکہ آخرت میں ان کو کامیابی کا سبب ہو۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید ربانی

(جواب)...... اعلموا رحمکم اللہ انہ لا خیر الا فی اتباع سیدنا و مولانا محمد ن المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ما من رجل احدث فی الدین ما لیس منہ الا یکون مردودا علیہ ما احدث و ما من حدث الا و قد یری المحدث انہ احدث خیرا فیضل و یضل و قد رای ابن مسعود رضی اللہ عنہ قوما یجتمعون فیذکرون اللہ تعالٰی، یسبحون و یھللون فقام فقال انا ابن مسعود و لا ارکم الا قد احدثتم ما ھکذاش وجدنا اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمن کان منکم ذاکرا

فلیذکر اللہ فی نفسہ و فی بیتہ او کما قال، و انکر ابن عمرو رضی اللہ عنہ علی قوم کانوا یجتمعون فی المسجد لصلاۃ الضحی و یھتمون لھا کالفرائض و قال انھا بدعۃ فھذہ الحلق المسئول عنھا من الاحداث التی یری محدثوھا انھا خیر و ذریعۃ للاصلاح و ما ھی الا وبال و نکال اذ لیس لھا فی الشریعۃ الاسلامیۃ اصل یعتمد علیہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(ترجمہ جواب) جان لو خدا تم پر رحم فرمائے کہ بھلائی اگر ہے تو صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے اور جس آدمی نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو ہم تک نبی ﷺ سے نہیں پہنچتی تو وہ اس کی ایجاد کی ہوئی بدعت اس پر رد کر دی جائے گی۔ یعنی نامقبول ہے اور ہر بدعت کا موجد یہی سمجھتا ہے کہ اس نے بڑا عمدہ اور مفید کام جاری کیا ہے اس غلط فہمی میں وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک جگہ دیکھا کہ کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں۔ آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں ابنِ مسعودؓ ہون یہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ تمہاری ایجاد کی ہوئی بدعت ہے، ہم نے نبی ﷺ کے اصحاب کو کبھی ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا، پس

تم میں سے جو شخص ذکر کرنا چاہے وہ چپکے چپکے اپنے دل میں کرے اور اپنے گھر میں جا کر کرے "او کما قال" اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ان لوگوں کو منع کیا جو نمازِ چاشت کے لیے مسجد میں جمع ہوتے تھے، اور اس کے لیے فرائض کی طرح اہتمام کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ اس طرح اہتمام کرنا اور جمع ہونا بدعت ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ کا حوالہ

(۲۱) ...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ (خلیفہ اجل شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ) تحریر فرماتے ہیں:

جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر مشروع فرمایا ہے، اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے[1]

نمازوں کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ اجتماعی طور پر پڑھنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے، اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہو گا (ایضاً)

اس سے معلوم ہوا ہو گا کہ آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور گا گا کر درود و سلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے

[1] اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم، بعنوان: مساجد میں باآوازِ بلند ذکر کرنا، ص ۱۱۳

رواج نکالا، یہ بدعت ہے، اور اس سے مساجد کو پاک کرنا لازم ہے[1]

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے جلیل القدر خلیفہ نے پہلے تو انفرادی و اجتماعی عمل کو اپنے اپنے مقام پر رکھنے کا قاعدہ بیان فرمایا، اور اس کی خلاف ورزی کو بدعت قرار دیا، اور پھر اس قاعدہ سے یہ مسئلہ واضح فرمادیا کہ ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ کو اجتماعی طور پر پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے۔

اس لیے کہ اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہے، لہٰذا ہر شخص کو الگ الگ پڑھنا چاہیے، پس جن حضرات کی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ سے نسبت قائم ہے، ان کو حضرت شیخ الحدیثؒ کے اس عظیم و اجل خلیفہ (حضرت لدھیانویؒ) کے اس فتوے پر غور کی ضرورت ہے، اور دوسرے اجل اور فقیہ خلیفہ (حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ) کے فتاویٰ آگے آتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کا حوالہ

(۲۲) ...... حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کا ایک فتویٰ مع سوال وجواب کے ذیل میں درج ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین و حاملانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض

---

[1] ایضاً، ص ۱۱۵

دوستوں کا خیال ہے کہ صبح اور عشاء کی اذان اور فرضوں کے درمیان مسجد میں ایک طرف چادر بچھا کر گٹھلیوں پر درود شریف اجتماعی شکل میں پڑھ لیا جائے، جو لوگ درود شریف نہیں پڑھتے، وہ بھی اس طرح پڑھنے لگ جائیں گے، اور اجتماعی عبادت کا زیادہ ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔ مگر ساتھ ہی علماء کرام سے اس اجتماعی شکل کے متعلق استفتاء بھی مطلوب ہے، کہ اس طرح کرنے سے خدانخواستہ خلافِ سنت کوئی بات تو نہیں بن جاتی۔ نیز انفرادی شکل میں پڑھنا زیادہ بہتر ہو گا، یا اس خاص صورت کے اجتماعی انداز کے ساتھ زیادہ بہتر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو جائز ہے، گو اس میں بھی لوگوں کے ذکر و فکر اور عشاء کی سنت غیر مؤکدہ غائب ہوں گی، لیکن کچھ روز بعد یہ لازمی چیز بن کر بدعت ہو جائے گی، ممکن ہے کسی جگہ ہو بھی، وہ میرے علم میں نہیں، انفرادی شکل میں ہی افضل ہے، جہاں اجتماعی صورت مناسب تھی، حضور ﷺ نے خود بتا دی ہے۔ ہم کو اس پر زیادتی کرنے کا حق نہیں ہے، اور عمل کے درجہ میں حضور ﷺ پر اعتراض کا حق نہیں، بلکہ گناہ ہے، کہ حضور ﷺ کو یہ بھی لازم کرنا چاہیے تھا، یا مثلاً سنت کرنا چاہیے تھا۔

فقط، جمیل احمد تھانوی، مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن۔ لاہور

(تحقیقِ نظر، ص۲۴۸؛ناشر: مدرسہ خدامِ اہلِ سنت، تعلیم القرآن، لاہور؛ سنِ اشاعت:۱۴۲۷ھ)

اور مروجہ مجالسِ ذکر کے میں تداعی کے ساتھ مخصوص ذکر کا بصوتِ واحد پابندئ وقت کے ساتھ اہتمام و التزام اور اس کی لوگوں کو ترغیب اور اس طریقہ کا انفرادی کے مقابلہ میں افضل قرار دینا بلکہ اجتماعی ذکر کے لیے تداعی کا ضروری ہونا بعض مدعیان سے نقل کیا جاچکا ہے۔

قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ کا حوالہ

(۲۳) ...... قاہدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

مجلسِ ذکر سے مراد اگر فضائلِ ذکر کا بیان ہے، اور مجلسِ درود شریف سے مراد اگر فضائلِ درود شریف کا بیان ہے، تو جائز ہے کیوں کہ یہ تبلیغ ہے، لیکن اگر اس سے مراد درود شریف پڑھنا اور اجتماعی ذکر کرنا ہے، تو بوجہ تداعی کے یہ ناجائز ہوتا ہے۔

اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب تو تقریر کے بعد بذریعہ لاؤڈ اسپیکر اجتماعی ذکر جہراً کراتے ہیں، جو قطبُ الارشاد حضرت گنگوہی کی تحقیق کے خلاف ہے، عوام تو اس فرق کو نہیں سمجھ سکتے، لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی کے خلفاء و متوسلین

کو بوجہ دعویٰ دیوبندیت کے سمجھا چاہیے[1]

حضرت قائد اہل السنۃ کی مذکورہ تحریر سے واضح ہوا کہ اجتماعی ذکر جس میں تداعی شامل ہو، یہ جائز نہیں۔ لیکن مروجہ مجالسِ ذکر کے بعض مدعیان تداعی کو نہ صرف جائز بلکہ اس کی بھرپور اور پرزور حمایت کر رہے ہیں، جن میں سے بعض کے حوالہ جات پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا حوالہ

(۲۴) ...... حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا گیا کہ:

کچھ لوگ مسجد میں بعد نمازِ عشاء حلقہ بنا کر درود شریف پڑھتے ہیں اور جمعرات کو شیرینی بھی تقسیم کرتے ہیں، مجوِّزین کا اصرار ہے کہ حلقہ بنا کر درود شریف باآوازِ بلند پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

”درود و سلام کو کسی ہیئت کے ساتھ مخصوص کر دینا یا کسی ایسی ہیئت کو زیادہ ثواب کا موجب سمجھنا، جو صحابہ کرام سے منقول نہیں اور جو شخص اس ہیئت کو اختیار نہ کرے اسے برا سمجھنا بدعت ہے،

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

1 تحقیقِ نظر، ص۱۸۵؛ناشر: مدرسہ خدامِ اہلِ سنت، تعلیم القرآن، لاہور؛ سنِ اشاعت: ۱۴۲۷ھ

جس سے احتراز کرنا چاہیے، کبھی کبھی اجتماعی طور سے حلقہ بنا کر (کسی منکر کے بغیر کما سیجئ بحوالہ تکملۃ فتح الملهم۔ ناقل) درود شریف پڑھنا اصلاً مباح ہے، لیکن چوں کہ صحابہ کرامؓ سے یہ طریقہ منقول نہیں اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں ثواب زیادہ ہے اور جو شخص اس طریقے سے درود شریف نہ پڑھے وہ قابلِ نکیر نہیں ہے، لہٰذا اگر اس اجتماعی صورت کو زیادہ ثواب سمجھ کر اختیار کیا جائے اور جو شخص اس ہیئت کو اختیار نہ کرے اسے برا سمجھا جائے تو یہ بدعت ہو گا، اور چوں کہ آج کل اس اجتماعی ہیئت کو اسی نیت سے اختیار کیا جاتا ہے اور سوال میں بھی اس کی تصریح ہے اس لیے اس طریقے کو ترک کرنا چاہیے"[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

یاد رہے کہ اس فتوے پر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تصدیق و تصحیح بھی درج ہے۔

اور مروجہ مجالسِ ذکر کے مدعیان تداعی اور بصوتِ واحد جیسی قیودات سے مرکب اجتماعی ذکر کو سنت و مستحب قرار دے رہے ہیں اور زیادہ ثواب سمجھنے کی یہی حقیقت ہے۔

اور براہینِ قاطعہ وغیرہ کے حوالہ سے یہ بات اپنے مقام پر گزر چکی

---

[1] فتاویٰ عثمانی ج۱، ص ۱۴۰، ۱۴۱، کتاب السنۃ والبدعۃ، فتویٰ نمبر ۲۵۱ / ۱۹، الف

ہے کہ اگر اجزاءِ مباح سے ترکیب ہو اور ہیئتِ حاصلہ بھی مباح نہ ہو گا، اور ذکر میں تداعی وغیرہ کی قید و جز کا غیر مباح ہونا بلکہ مکروہ و بدعت ہونا بھی پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔[1]

حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدرؒ صاحب کا حوالہ

(۲۵) ...... حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"جب (شریعت نے) ذکر اللہ وغیرہ عبادات کو کسی خاص ہیئت اور کیفیت کے ساتھ متعین نہ کیا ہو تو اپنی طرف سے وقت اور کیفیت کا متعین کرنا اور اس تعین کا التزام کرنا بدعت بھی ہے اور غیر مشروع بھی" (راہِ سنت ص ۱۲۲، باب چہارم)[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنی تالیف تکملہ فتح الملہم میں فرماتے ہیں:
"ودل الحدیث علی جواز الذکر الجماعی بشرط ان لاتدخله القیود المبتدعة، و بشرط ان یکون خالیا من الریاء و السمعة و المنکرات الاخری" (تکملة فتح الملهم ج۵ ص ۵۵۰ باب فضل مجالس الذکر، کتاب الذکر و الدعاء)
اور پہلے گزر چکا ہے کہ تداعی اور ایک ذکر کا التزام وغیرہ قیودِ مبتدعہ ہیں، فلہٰذا ان قیودِ مبتدعہ پر مشتمل ذکر ناجائز ہو گا۔

[2] ایک مقام پر حضرت موصوف فرماتے ہیں:
"یہ ضروری نہیں کہ کوئی چیز اصل ہی میں بری ہو تو وہ بدعت ہو گی بلکہ وہ اہم طاعات اور عبادات بھی جن کو شریعت نے مطلق چھوڑا ہے ان میں اپنی طرف سے قیود لگا دینا یا ان کی کیفیت بدل دینا یا اپنی طرف سے اوقات کے ساتھ متعین کر دینا یہ بھی شریعت کی اصطلاح میں بدعت ہو گی اور شریعتِ اسلامی اس کو پسند نہیں کرے گی" (راہِ سنت ص ۱۱۸، بابِ چہارم)

(۲۶) ...... ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”جس عبادت کو شریعتِ مطہرہ نے کسی خاص کیفیت اور مخصوص ہیئت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور اس کے لیے کسی خاص اہتمام اور اجتماع کی ترغیب نہیں دی تو یقیناً یہ مخصوص طرز و طریقہ بدعت ہو گا“ (راہِ سنت ص ۱۳۶، بابِ چہارم)

(۲۷) ...... مزید فرماتے ہیں:

جو جو چیز شریعتِ مطہرہ نے جس جگہ رکھی ہے اس کو اسی جگہ رہنے دو، نہ مطلق کو مقید کرو اور نہ مقید کو مطلق، نہ عام کو خاص کرو اور نہ خاص کو عام، غیر مکیّف کو کیفیت اور ہیئتِ مخصوصہ کی زنجیر میں نہ جکڑو، جس کو اجتماعی صورت میں کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس کو مجتمع ہو کر نہ کرو اور جس کو بآوازِ بلند کرنے کا حکم شریعت نے نہیں دیا اس کو بلند آواز سے ادا نہ کرو اور غیر معین بالوقت کو کسی وقت کے ساتھ خاص نہ کرو، کیوں کہ یہ تشریعِ جدید اور تبدیلِ دین ہے۔ جس کا نام بالفاظِ دیگر بدعت ہے اور اہل السنّت والجماعت کا دامن اس قبیح ترین حرکت سے یقیناً پاک ہے۔[1]

ذکر کو تداعی اور مخصوص ذکر کے التزام کے ذریعہ سے مطلق کو

[1] راہ سنت ص ۱۳۸، بابِ چہارم

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

مقید کرنے اور اس سے کیفیت تبدیل کہلائے جانے پر کلام تفصیل کے ساتھ براہینِ قاطعہ کی عبارت میں گزر چکا ہے، اور آگے خود حضرت موصوف کی صراحت بھی آتی ہے۔

(۲۸) ...... نیز فرماتے ہیں:

"آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابنِ عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عثمان بن ابی العاصؓ وغیرہ جلیل القدر حضراتِ صحابہ کرامؓ نے نماز جیسی بہترین عبادت اور ذکر جیسی اعلیٰ قربت اور درود شریف جیسی عمدہ طاعت وغیرہ کو مخصوص کیفیت اور خاص ہیئت اور پابندئ وقت کے ساتھ ادا کرنے سے محض اس لیے منع کیا کہ اس طرز وطریقہ سے یہ کام جناب رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیے اور ان کی ترغیب بھی نہیں دی اور آپ کے عہدِ مبارک میں ایسا نہیں ہوتا تھا، اس لیے یہ امور بدعت ہیں۔ اور معمولی بدعت بھی نہیں، بدعتِ عظمیٰ اور بدعتِ ظلماء ہیں بلکہ ضلالت بھی ہیں اور گمراہی بھی ہیں اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْهَا"[1]

(۲۹) ...... ایک مقام پر مولانا موصوفؒ فرماتے ہیں:

"حضرت ملا علی القاری الحنفیؒ حضرات صحابہؓ کی سادہ اور سنت کے مطابق زندگی کا نقشہ بتاتے ہوئے "اَقَلُّهَا تَكَلُّفاً" (یہ حدیث مشکوٰۃ

[1] راہ سنت ص ۱۴۲، بابِ چہارم مصنفہ مولانا علامہ سرفراز خان صفدرؒ

ج ا ص ۲۳ میں موجود ہے) کی شرح میں لکھتے ہیں:

و لا یتحلقون للاذکار و الصلوات برفع الصوت فی المساجد و لا فی بیوتھم[1]

"وہ مسجدوں اور گھروں میں بلند آواز کے ساتھ ذکر اور درود شریف پڑھنے کے لیے کوئی حلقہ نہ قائم کرتے تھے"

اس عبارت میں للاذکار کا لفظ خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ یعنی اذکار کی خاطر وہ حلقے نہ باندھتے تھے۔ ان کے حلقے تعلیمِ دین اور تعلیمِ ذکر کے لیے تو ہوتے تھے، لیکن محض ذکر کی خاطر نہ تو گھروں میں وہ حلقے باندھتے تھے اور نہ مسجدوں میں، اب غور کرنا مؤلف مذکور کا کام ہے کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ ذکر بالجہر کے لیے حلقے باندھتے تھے؟ یا وہ اس کارروائی کے خلاف تھے؟ حضراتِ صحابہ کرامؓ کا یہ طریقہ تو ہر گز نہ تھا۔ (حکم الذکر بالجہر ص ۱۸۶)[2]

---

[1] مرقاۃ ج ا ص ۲۶۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثالث

[2] ایک اور مقام پر حضرت موصوفؒ تحریر فرماتے ہیں:

"سوال یہ ہے کہ کیا اجتماعی صورت میں، اور وہ بھی مسجد میں جہر سے ذکر کرنا اور اس ہیئت کے ساتھ جہر سے درود شریف پڑھنا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے ثابت ہے یا وہ اس کو منع کرتے اور اس کو بدعت کہتے ہیں؟ آپ نے صحیح روایات سے یہ معلوم کر لیا کہ وہ ان دونوں کو بدعت اور ان پر عمل کرنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں اور ان کا وجود تک مسجد میں گوارا نہیں کرتے اور فوراً ان کو مسجد سے باہر نکال دیتے ہیں" (راہِ سنت ص ۱۲۹، باب چہارم)

خراج عن المسجد کے بارے میں وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اور ایک مقام پر حضرت موصوف

بہر حال مندرجہ بالا عبارات سے ایسی مجالس، کہ جن میں اجتماعی ذکر ہوتا ہے، اور ذکر کے لیے جمع ہونے اور تداعی کا اہتمام ہوتا ہے، کا مکروہ وبدعت ہونا واضح ہے، کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔

فرماتے ہیں: ”حضراتِ صحابہ کرام میں درجہ اوّل کے مفسِّر (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) جن کو جناب رسول ﷺ کا کلّی اعتماد حاصل ہے وہ اس اجتماعی صورت میں ذکر بالجہر کرنے اور مل کر بلند آواز کے ساتھ درود شریف پڑھنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں اور اس فعل کو پسند نہیں کرتے، جب ان کو یہ فعل پسند نہیں تو سابق روایت (جس کو تمہارے لیے عبداللہ بن مسعودؓ پسند نہ کریں، میں بھی اس چیز کو تمہارے لیے پسند نہیں کرتا) کے پیشِ نظر جناب رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ فعل ہرگز پسند نہیں، اب جس کا جی چاہے ان کی پیروی کرے یا کسی اور کی۔

نبی اپنا اپنا، امام اپنا اپنا

بالکل تنہائی مین یا تعلیم کی خاطر ذکر بالجہر کا معاملہ الگ ہے“ (راہِ سنت ص ۱۳۰، باب چہارم)

تعلیم کی خاطر ذکر بالجہر کے بارے میں تفصیل آگے آتی ہے۔ س

ایک جگہ حضرت موصوف تحریر فرماتے ہیں: ”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحت کے ساتھ یہ روایت ثابت ہے کہ انہوں نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ اور درود شریف پڑھتے ہیں، چناں چہ حضرت ابنِ مسعودؓ ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ ہم نے یہ کارروائی آں حضرت ﷺ کے مبارک عہد میں نہیں دیکھی اور میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں، بار بار یہ فرماتے رہے، یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اجتماعی شکل میں مسجد کے اندر بلند آواز سے ذکر کرنا اور درود شریف پڑھنا بقول حضرت ابنِ مسعودؓ بدعت ہے اور انہوں نے بدعتیوں کی اس جماعت کو مسجد سے نکال دیا تھا، حضراتِ صحابہ کرامؓ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تفسیر، فقہ اور علومِ دینیہ میں جو مقام ہے وہ اظہر من الشّمس ہے“ (حکم الذکر بالجہر ص ۱۴۲)

یہاں بلند آواز سے ذکر کی قید اتفاقی ہے، اور ممنوعیت کی اصل وجہ وہی ہے جس کا مولانا موصوف کے حوالہ سے بھی پہلے ذکر ہوا یعنی اس کیفیت و ہیئت کا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہونا اور محدث وبدعت ہونا۔

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم کا حوالہ

(۳۰) ...... حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود مستحب ہے، لیکن غیر مشروع ہیئت میں اس کو کرنا بدعت ہے، ایک غیر مشروع ہیئت یہ ہے کہ اجتماعی صورت میں اس طریقے سے کیا جائے کہ سب ذکر کرنے والے یہ التزام کریں کہ وہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے، خواہ کسی کو امیر بنا کر یا اس کے بغیر اور خواہ جہراً ہو یا سِرّاً ہو" (فہمِ حدیث ج۱ ص۳۶۴)

خادم اہلسنت عبدالوحید

(۳۱) ...... ایک موقعہ پر لکھتے ہیں:

"بہر حال (صحابہؓ کے دور میں) اس بات کا التزام نہیں کیا جاتا تھا کہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں بلکہ ایسا کرنے کو وہ بدعت جانتے تھے، اسی ناجائز طریقے کو ہم جماعتی یا اجتماعی ذکر کا نام دیتے ہیں"[1]

---

1 فقہی مضامین باب نمبر ۱۰ ص ۱۲۵ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی اشاعت ۲۰۰۶ء، و مروجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت ص ۳، مطبوعہ ادارہ تعلیماتِ دینیہ، لاہور

(۳۲) ...... نیز لکھتے ہیں:

"ہمیں دیکھنا ہے کہ صحابہؓ کے دور میں جو مجالس اور حلقے (ذکر کے) قائم ہوتے تھے، کیا ان کے لیے لوگوں کو بلایا جاتا تھا، دوسرے لفظوں میں کیا ان مجالس کے انعقاد کے لیے تداعی ہوتی تھی یا وہ مجالس اور حلقے بلا تداعی کے خود بخود قائم ہو جاتے تھے؟" حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون میں تداعی کے ساتھ مجالسِ ذکر قائم کرنے کا ثبوت نہیں ملتا"[1]

(۳۳) ...... ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"مجلسِ ذکر کے لیے تداعی جائز نہیں بلکہ مکروہ ہے، اجتماعی ذکر یعنی جب ذاکرین یہ التزام کریں کہ سب بیک وقت ایک ہی ذکر کریں پھر ذکر خواہ سرّی ہو یا جہری بدعت و مکروہ ہے، چاہے مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں اور اگرچہ اجتماع بغیر تداعی کے ہوا ہو"[2]

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جن مجالس میں ایک ذکر کا التزام، یا مجلسِ ذکر کے لیے تداعی جیسی قیود ہوں، وہ مکروہ و بدعت ہے۔

"اسی بناء پر گنگوہ، تھانہ بھون اور رائے پور جو اکابرینِ دیوبند کی خانقاہیں تھیں، ان میں جماعتی و اجتماعی ذکر یا وقتی مصلحت و

1 فقہی مضامین باب ۱۰ ص ۱۲۸، و مروجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت ص ۶، ۷

2 فقہی مضامین باب ۱۰ ص ۱۴۷، و مروّجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت ص ۲۸ و ۲۹

ضرورت کی بناء پر کسی مکروہ و بدعت کو اختیار نہیں کیا گیا"[1]

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے اکابر کے یہاں بدعات و مکروہات پر مشتمل مجالسِ ذکر کا قیام نہیں تھا۔ اور مروجہ مجالسِ ذکر کے بعض مدعیان کی طرف سے جو ہمارے اکابر کی خانقاہوں کی طرف مروجہ مجالسِ ذکر کی نسبتیں کی جارہی ہیں، وہ نا انصافی پر مبنی ہیں، کیوں کہ تداعی اور ایک ذکر کے التزام جیسی تخصیصات و قیودات کے ساتھ ہمارے اکابر سے جماعتی ذکر ثابت نہیں۔

اور دعویٰ خاص پر دلیلِ عام پیش کرنا تو مبتدعین کا طریقہ ہے، نہ کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کا۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

فتاویٰ حقانیہ، اکوڑہ خٹک کا حوالہ

(۳۴) ...... فتاویٰ حقانیہ، اکوڑہ خٹک میں مروَّجہ مجالسِ ذکر کے بارے میں ایک مفصّل و مدلّل فتویٰ موجود ہے، جس کے چند ضروری اقتباس ذیل میں نقل کیے جارہے ہیں:

"قوم کے جس عمل پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بدعت کا فتویٰ دے کر ممنوع قرار دیا تھا وہ ان کا بہیئتِ اجتماعی خاص مسجد میں جہر سے ذکر کرنا اور درود پڑھنا تھا...... ممانعت کی بنیاد اس بات پر

[1] فقہی مضامین باب ۱۰ ص ۱۴۳، و مروجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت ص ۲۴

رکھی گئی تھی کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اس طرح ذکر کرنا معہود نہ تھا، تو بدعت فی الدین ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دے دیا گیا، اسی بناء پر فرمادیا گیا کہ "مَا اَرَاکُمْ اِلَّا مُبْتَدِعِیْنَ"[1]

"بہر حال تحقیقِ مذکورہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ذکر بالجہر اگر ذریعۂ اذیت الی الغیر ہو یا وہ کسی ایسے طریقہ سے ہو جو حضور ﷺ سے ثابت نہ ہو جس کی وجہ سے وہ بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہو تو ممنوع اور ناجائز ہو گا، چوں کہ واقعہ مسئول عنہا میں بھی ذکر بالجہر غیر ثابت شدہ طریقہ سے ہے، اس لیے لا محالہ بدعت کی حد میں داخل ہو کر ممنوع ہو گا، اس عمل کی حالت اس قوم کے عمل کی حالت سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے جس پر ابنِ مسعود نے مبتدعین کا حکم لگایا تھا، اس بناء پر یہ بھی اس کی طرح بدعت ہو کر ممنوع قرار پائے گا، سُننِ نبویہ اور علمائے شریعت کی تصریحات سے یہ چیز پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ جس عبادت کو شریعت نے مطلق رکھا ہو اس کے لیے اپنی طرف سے مخصوص وقت یا کسی خاص ہیئت یا کیفیت کو اگر معین کر لیا جائے تو اس کی وجہ سے وہ عبادت بدعت ہو جاتی ہے" (ایضاً ص ۱۰۰)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

1 فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۹۷، ۹۸، کتاب البدعۃ و الرسوم، ملخصاً۔ ناشر: جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، طبع اول ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۲ء

"اس مسلّمہ اصول کے پیشِ نظر جب ہم واقعہ مسئول عنہا پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اپنی طرف سے بہت سی تخصیصات ایجاد کر کے ملائی گئی ہیں، ایک وقت کی تخصیص، دوسری ہیئت اور تیسری کیفیت کی تخصیص۔ ان تمام تخصیصات کی وجہ سے یہ اجتماع اور ذکر علماء کے پیش کردہ قانون کے بموجب دونوں بدعت قرار پائیں گے" (ایضاً ص ۱۰۱)

"اس اجتماع کے متعلق جو اِن خلافِ شرع اُمور پر مشتمل ہے، ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ یہ ایک بدعت اور ناجائز فعل ہے، اس میں شمولیت اعانت علی البدعۃ اور توقیر مبتدع ہے، جو شرعاً مذموم اور ممنوع ہے" (ایضاً ص ۱۰۲، ۱۰۳)

فائدہ: اس فتوے سے معلوم ہوا کہ ہیئت اور کیفیت کی تخصیص پر مشتمل مجالس کا قیام اور ان میں شمولیت ممنوع ہے۔

اور مروجہ زیرِ بحث مجالسِ ذکر میں تداعی اور ہیئتِ اجتماعی کے ساتھ مخصوص ذکر کے التزام وغیرہ جیسی قیود کے ذریعہ سے ہیئت اور کیفیت کی تخصیص کا ہونا، ہر صاحبِ علم کو معلوم ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ اجتماع کے ناجائز ہونے کا اصل مدار ذکر بالجہر پر نہیں بلکہ اس طریقۂ خاص کے احداث فی الدین ہونے پر ہے، کما مرّ۔

خیرُ الفتاویٰ کا حوالہ

(۳۶) ...... خیرُ الفتاویٰ میں حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحبؒ ایک تفصیلی فتوے کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا انکار کرنا کسی ہیئتِ خاصہ کی بناء پر تھا (جیسا کہ خود اس روایت سے کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ ناقل) نفسِ اجتماعی ذکر پر (جس میں کوئی بدعت و منکر شامل نہ ہو۔ ناقل) نہ تھا، اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں یا ایک کہلوائے اور باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دوہرائے جیسے بچوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔

اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محلِ کلام ہیں، اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں، کسی دوسرے کے ذکر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں، وقت و محل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے لیکن نفسِ ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے، یہ درست ہے، پس ممکن ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا انکار پہلی دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا“[1]

---

[1] خیر الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۰۹، ما یتعلق باحکام المسجد، مطبوعہ: جمادی الاخری ۱۴۱۱ھ / جنوری ۱۹۹۱ء،

خادم اہل السنۃ حافظ عبد الوحید الحنفی

یاد رہے کہ اس فتوے پر مفتی محمد اسحاق صاحب، مفتی محمد عبد اللہ صاحب اور مفتی محمد انور صاحب کی تائید بھی درج ہے۔

اور ہمارا کلام اسی قسم کے اجتماعی ذکر پر ہے، جس میں تداعی، اور ایک ذکر کے التزام، وغیرہ ہو۔

علماء وصوفیاء میں کس کا قول راجح ہے؟

اگر کوئی اس بات کو تسلیم نہ کرے اور کسی طرح سے بعض بزرگوں سے مروجہ مجالسِ ذکر کے بعض یا کل اجزاء ثابت بھی کر دے، تب بھی یہ اصول اور قاعدہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر بالفرض صوفیائے کرام سے کسی ایسی چیز کا وجود ثابت ہو بھی جائے تو فقہائے کرام اور محقق علمائے کرام کے نزدیک ناجائز ہو تب بھی فقہاء وعلماء کے مؤقف کو صوفیائے کرام کے مؤقف اور عمل پر ترجیح حاصل ہوتی ہے، اور سلف و خلف فقہائے کرام سے مروجہ مجالسِ ذکر کا ناجائز ہونا تفصیلاً ذکر کیا جاچکا ہے۔

(۱) ...... چناں چہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ فرماتے ہیں:

”اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلافِ امر شرع کے فرماوے گا تو اس کا تسلیم کرنا جائز نہ ہو گا، بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہو

گا، کیوں کہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے، اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے"[1]

(۲) ...... مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مد ظلہم اسی ضمن میں فرماتے ہیں:

"مذکورہ تنبیہات سے بعض حضرات کے اس اشکال یا استدلال کا جواب بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ بعض خانقاہوں میں اجتماعی ذکر اور درود شریف کی مجالس ہوتی تھیں، ہم ان حضرات کے بارے میں سوءِ ظن نہیں رکھتے لیکن ہمارے سامنے جو دلائل ہیں اور حضرت سید احمد شہید اور اکابرِ دیوبند کا جو مسلک وطریقہ ہے اس کی روشنی میں ہم ان کے طرزِ عمل کو مرجوح یا مؤول خیال کرتے ہیں"[2]

(۳) ...... نیز فرماتے ہیں:

"اور صوفیاء کا عمل حلال و حرام ہونے میں سند نہیں کیا یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے سپرد کر دیں، اس جگہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ (جیسے فقہاء) کا قول معتبر ہے، نہ

---

[1] تذکرۃ الرشید ج۱ ص۱۲۲

[2] فقہی مضامین باب ۱۰ ص۱۴۳ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی اشاعت ۲۰۰۶ء و مروجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت، ص ۲۴۔ مطبوعہ: ادارہ تعلیماتِ دینیہ لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کہ حضرت ابو بکر شبلیؒ اور حضرت ابو الحسن نوریؒ (جیسے صوفیاء) کا عمل۔

اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر رقص و سرود کو اپنا دین و ملت بنا لیا ہے اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔

اولٰئک الَّذین اتَّخَذُوا دِیْنَھُمْ لَھْوًا وَّ لَعِبًا۔

(یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو و لعب کو اپنا دین بنا لیا ہے۔)"[1]

(۴) ...... ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہّات یعنی بے ہودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے اور حق تعالیٰ کے غیر کو حق تعالیٰ نہ جاننا چاہیے، مانا کہ یہ لوگ خطاکار مجتہد کی طرح معذور ہیں۔ اور خطاکار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں۔ لیکن ان کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کریں گے، کاش کہ مجتہدِ مخطی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے۔ اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ قیاس و اجتہاد اصولِ شرعی میں سے ایک اصول ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے۔ برخلاف

[1] مکتوباتِ امام ربانی ج ۱، مکتوب نمبر ۲۶۶ دفتر اول ح ۴ ص ۵۳۷

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(صوفیاء کے) کشف اور الہام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو امر نہیں ہے اور الہام غیر پر حجت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد مقلد پر حجت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور دین کے اصول کو ان کی آراء کے موافق ڈھونڈنا چاہیے۔ اور صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے بر خلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہ کرنی چاہیے۔ اور حسنِ ظن کے ساتھ ان پر طعن کرنے سے لب باندھنے چاہییں۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات (یعنی صوفیاء کی ایسی باتیں جو کسی خاص حالت کے غلبہ کی وجہ سے ان سے سرزد ہوتی ہیں) سے جاننا چاہیے اور ظاہر سے اس کو پھیرنا چاہیے"[1]

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

اگر اب بھی کوئی شبہ باقی ہو تو!

یہ مضمون فیمابینہٗ و بین اللہ نیک نیتی کے ساتھ اصلاح کی خاطر دلائل اور فقہائے کرام و اکابرِ عظام کی تصریحات کے ساتھ مفصّل انداز میں تحریر کیا گیا ہے، اگر اس کے باجود بھی کسی کو اس پر شکوک شبہات ہوں، اور فیصلہ کرنا دشوار ہو تو اسے درجِ ذیل قواعد و اصول ملاحظہ کر لینا چاہییں:

(۱) ...... حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

[1] مکتوباتِ امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۲۷۲، دفتر اول ح۵ ص ۵۵۶

"اگر حق تعالیٰ نے نظرِ انصاف بخشی تو سب واضح ہے، ورنہ تاویل و شبہات کو بہت کچھ گنجائش ہے، مذاہبِ باطلہ کی اہلِ حق نے بہت کچھ تردید کی مگر قیامت تک بھی ان کے شبہات تمام نہ ہوں گے"[1]

جیسا کہ آج بدعت کے مرتکبین کسی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور مختلف شبہات پیدا کر کے حقائق کا انکار کر رہے ہیں۔

(۲) ...... اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ فرماتے ہیں:

ہر عاقل جان سکتا ہے، اگر کوئی جاہل قواعدِ شرعیہ سے اتنا ہی سمجھ لیوے کہ اس فعل کے بدعتِ سیئہ اور حسنہ ہونے کے خلاف ہو، تو ترک ہی مناسب اور احواط ہے، کیونکہ یہ فعل مندوب ہی ہے، واجب تو نہیں، تو یہی کافی ہے متدین کو تو، مگر جس کے دل میں مشرب ہو تو، اس کا کیا علاج؟ چہ جائیکہ یہاں ادلہ اربعہ سے اس مروج کی ضلالت ثابت ہو چکی، بہر حال اس ہیئت کذابیہ میں طریقہ صحابہؓ کا حسبِ ارشادان احادیث کے میزان ہے، جس کا طریقہ اور قول وضعِ صحابہؓ سے موافق ہے وہی حق ہے[2]

اور صحابہ کرامؓ سے اس ہیئتِ کذابیہ کے ساتھ مجالسِ ذکر کا منعقد نہ ہونا بلکہ ان پر نکیر کا ہونا بتلایا جا چکا ہے۔

---

[1] تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۲۸

[2] براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۷۱، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

(۳) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"جب کسی فعل کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو جائے تو ترکِ سنت فعلِ بدعت سے بہتر ہے (البحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۲۱، اور دار المختار جلد ۱ صفحہ ۶۴۲) میں ہے:

اِذَا تَرَدَّدَ الْحُکْمَ بَیْنَ سُنَّۃٍ وَ بِدْعَۃٍ کَانَ تَرْکُ السُّنَّۃِ رَاجِحًا عَلٰی فِعْلِ الْبِدْعَۃِ

ترجمہ: جب کسی حکم میں تردد ہو جائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟ تو سنت کا ترک کر دینا بہ نسبت بدعت کرنے کے راجح ہے۔

اس قائدے سے ان تمام امور کا حکم معلوم ہو جاتا ہے جن کے سنت اور بدعت ہونے میں اختلاف ہو۔ بعض اسے سنت بتاتے ہوں اور بعض بدعت"[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۴) حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ فرماتے ہیں:

"سابق پیش کردہ دلائل سے بحمد اللہ تعالیٰ سنت اور بدعت کی حقیقت اور اس کا حکم واضع تر ہو گیا ہے۔ لیکن اگر بالفرض کسی کوڑ مرض اور کم فہم کو اشتباہ باقی ہے یا عوام الناس جو اس قسم کے مسائل میں فریقین کے دلائل کا موازنہ کر کے صحیح رائے قائم کرنے سے قاصر ہوں تو ان کے لیے صحیح راہ عمل صرف یہی ہے کہ

---

[1] اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم، حصہ اول صفحہ ۱۲۰

وہ ایسے مشکوک اور مشتبہ کام کے پاس ہی نہ جائیں، اور اگر کسی چیز کے بدعت اور سنت یا مستحب اور مباح ہونے میں شبہ ہو تو اس سے بچنا ہی صحیح راہِ عمل ہے، اور باتّفاق علماء ان کے لیے یہی طریقہ صحیح رہنمائی کے لیے بالکل کافی ہے"[1]

(۵) حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

"بر تقدیرِ تعارض ادلہ کراہت و ادلہ اباحت ترجیع جانب کراہت راہست کہ رعایتِ احتیاط دران است چنانچہ مقرر اہل اصول فقہ است"[2]

ترجمہ: جب کراحت اور اباحت کی دلیلیں آپس میں متعارض ہوں تو ترجیع کراہت کو ہو گی کیونکہ احتیاط کا پہلو اسی میں ملحوظ رہ سکتا ہے، چنانچہ اصولِ فقہ والوں کے لیے یہاں یہ طے شدہ بات ہے۔

(۶) حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

"جہان کا جہان دریائے بدعت میں ڈوبا ہوا اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے، کس کی مجال کہ بدعت کے خلاف دَم مارے؟ یا کسی سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔ اس دور کے اکثر علماء بدعات کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے

---

1 راہِ سنت صفحہ ۱۵۴، باب ششم
2 مکتوبات صفحہ ۸۰، دفترِ اوّل حصہ پنجم، مکتوب نمبر ۲۸۸

ہیں، جو بدعتیں چاروں طرف پھیل گئی ہیں ان کو مخلوق کا تعامل سمجھ کر ان کے جواز بلکہ استحسان ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور بدعات کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں"[1]

خاتمہ کلام

مذکورہ تمام تر تفصیلات کے بعد ہماری بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وسنت اور فقہ کے دلائل و قوائد اور اکابر کی تصریحات کی روشنی میں مروجہ اجتماعی ذکر کی مجالس (جن میں ذکر کے لئے جمع ہونے کا اہتمام اور مخصوص ذکر کا التزام ہوتا ہے) جائز نہیں اور ان مجالس کے جواز کے متعلق جو جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ شرعی نقطۂ نظر سے مروجہ مجالسِ ذکر کے جواز کے لیے ناکافی ہیں۔

اور ہمارے فقہاء اور اکابر نے ان دلائل کے شافی جواب بیان فرما دیئے ہیں۔

اور بہر حال احتیاط اور عافیت کا راستہ یہی ہے کہ ذکر اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لوگوں کو اپنے طور پر قیوادات سے بچ کر ذکر اللہ کی ترغیب کی جائے۔

اور ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل پر ہی موقوف ہے۔[2]

---

1 مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۵۴

2 مفتی محمد رضوان [اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص ۱۴۱]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

اہل سنت مشائخ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ناراض نہ ہوں اور غصہ بھی نہ ہوں۔ جن مشائخ نے اپنی مساجد اور خانقاہوں میں دیکھا دیکھی تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر کی مجالس کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، وہ یہ سلسلہ ختم کر دیں۔

تمنا مختصر سی ہے، مگر تمہید طولانی

مروَّجہ مجالسِ ذکر سے بعض فوائد حاصل ہونے کی بحث

بعض حضرات کی طرف سے اس قسم کی باتیں سامنے آتی رہتی ہیں، اور بعض رسائل میں بھی مذکور ہیں، کہ ایک ساتھ جمع ہو کر اور آواز ملا کر ذکر کرنے سے ایک خاص کیفیت اور حالت پیدا ہوتی ہے اور دل میں لذت محسوس ہوتی ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے، اور اس طرح کے اور بعض دوسرے فوائد حاصل ہوتے ہیں، لہٰذا جب یہ فائدہ اور ایک علاج کی چیز ہوئی تو ناجائز کیسے ہو سکتی ہے؟

حالاں کہ اوّلاً تو اس طرح کی اکثر و بیشتر چیزیں انفرادی ذکر کے ذریعے اور دوسرے مختلف مباح و جائز بلکہ مستحب طریقوں سے بھی حاصل ہو جاتی ہیں، اور کاملین کے یہاں حاصل کی جاتی رہی ہیں، اور آج بھی کاملین کے یہاں ان پر عمل جاری ہے، دوسرے ان میں سے بعض چیزیں اور کیفیات مقصود و مطلوب نہیں، تیسرے کسی مصلحت اور فائدہ

حاصل کرنے کی خاطر کوئی بدعت وناجائز چیز جائز نہیں ہو جایا کرتی، لہٰذا مذکورہ فوائد کے پیشِ نظر ایسی مجالسِ ذکر کہ جن میں ذکر کے لیے جمع ہونے کا اہتمام ہو یا اس طرح کی غیر مشروع قیود ہوں، جائز نہیں ہو جائیں گی۔

اس اجمال کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ

(۱)...... عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: جِئْتُ اَبِيْ فَقَالَ لِيْ: اَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ: وَجَدْتُّ اَقْوَامًا مَا رَاَيْتُ خَيْرًا مِّنْهُمْ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيُرْعِدُ اَحَدُهُمْ حَتّٰى يَغْشٰى عَلَيْهِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَعَدْتُ مَعَهُمْ۔ قَالَ: لَا تَقْعُدْ مَعَهُمْ بَعْدَهَا۔ فَرَاٰنِيْ كَاَنَّهٗ لَمْ يَاْخُذْ ذٰلِكَ فِيَّ، فَقَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَتْلُو الْقُرْآنَ وَ رَاَيْتُ اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَتْلُوَانِ الْقُرْآنَ فَلَا يُصِيْبُهُمْ هٰذَا، اَفَتَرَاهُمْ اَخْشَعَ لِلّٰهِ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ؟ فَرَاَيْتُ اَنَّ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ فَتَرَكْتُهُمْ[1]

ترجمہ: حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ میں اپنے

---

[1] حیاۃ الصحابۃ، عربی۔ ج۳، ص۳۶۶۔ باب اتباع السنۃ و اقتداء السلف والانکار علی البدعۃ۔ مطبوعہ: کتب خانہ فیضی لاہور، بحوالہ ابو نعیم فی الحلیۃ، ج۳، ص۱۶۷، مجمع الزوائد، ج۱۰، کتاب الزہد بحوالہ طبرانی

والد (عبد اللہ بن زبیرؓ) کے پاس آیا، انہوں نے دریافت کیا تو کہاں تھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک ایسی قوم پائی کہ میں نے ان سے بہتر نہیں دیکھا، وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، ان میں سے ہر ایک کانپ جاتا تھا، یہاں تک کہ اس پر اللہ کے ڈر سے بے ہوشی آ جاتی تھی، میں ان کے پاس بیٹھ گیا، فرمایا: اس کے بعد اب ان کے پاس نہ بیٹھنا، میرے باپ نے یہ خیال کیا کہ ان کی اس نصیحت نے مجھ پر کوئی اثر نہیں کیا، تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ یہ دونوں قرآن کی تلاوت کرتے، ان حضرات کی یہ حالت کبھی نہیں ہوئی، کیا تو اس جماعت کو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا سمجھتا ہے؟ (حضرت عامر کہتے ہیں کہ) میں نے دیکھا کہ یہ بات اسی طرح ہے لہٰذا میں نے اس جماعت کو چھوڑ دیا۔[1]

ملاحظہ فرمائیں کہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے طریقہ سے ہٹ کر ذکر کرنے والی جماعت اور مجالس سے کس طرح بچنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم دینے والے وہ صحابی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ اور صحابہؓ کی

---

[1] حیاۃ الصحابۃ، اردو ترجمہ، مولانا محمد عثمان خان صاحب۔ ج۳، ح۸، ص ۲۷۴۔ مطبوعہ: ادارہ نشریاتِ اسلام، لاہور۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید ربانی

جماعت اور ان کے ذکر کے طریقہ کا مشاہدہ کیا۔

(۲) ...... حضرت مجدد الفِ ثانیؒ فرماتے ہیں:

"حال ووجد (جیسی کیفیات) جو ناجائز اسباب پر مرتب ہوں، وہ فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم ہے"[1]

(۳) ...... دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے حال ووجد کے طریقوں کو احکامِ شرعیہ کے تابع بنایا ہے، اور ذوق و معرفت کو علومِ دینیہ کا خادم سمجھ کر علومِ شرعیہ کے تابع بنایا ہے اور ذوق و معرفت کو علومِ دینیہ کا خادم سمجھ کر علومِ شرعیہ کے جواہراتِ نفیسہ کو بچوں کی طرح حال ووجد کے اخروٹ اور منقیٰ کے عوض ضائع نہیں کرتے اور حضراتِ صوفیاء کے شکریہ کلمات کے گرویدہ نہیں ہوتے اور ان احوال کو جو شرعی ممنوعات پر عمل کرنے سے حاصل ہیں اور بلند مرتبہ سنت کے خلاف ہوتے ہیں ان کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی ان کو چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ سماع اور رقص کو جائز نہیں سمجھتے اور ذکر بالجہر کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے، ان کا حال ہمیشہ ایک طرز پر رہتا ہے (مکتوب نمبر ۲۲۱، دفتر اول ج ۴، ص ۸)

(۴) ...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سورہ بقرہ کی آیت

[1] مکتوب نمبر ۲۶۶، ج ۴، دفتر اول ص ۱۶۸

کے الفاظ "وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا" کے تحت فرماتے ہیں:

"ایک کام کے ذریعہ کچھ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے اور ساتھ ہی کوئی مضرت بھی پہنچتی ہے تو مضرت (نقصان) سے بچنے کے لیے اس منفعت (فائدہ) کو چھوڑ دینا ہی ضروری ہوتا ہے، ایسی منفعت (فائدہ) کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو مضرت (نقصان) کے ساتھ حاصل ہو"[1]

(۵) ...... حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

"فی الحقیقت جو امرِ خیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے" (تذکرۃ الرشید، ج۱، ص۱۲۸)[2]

(۶) ...... حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

"نشاط کا آثارِ ذکر سے ہونا مستلزم اس کے جواز کو نہیں کہ نشاط کو اس کی غایت بھی قرار دی جاوے" (امداد الفتاویٰ ج۵، ص۳۲۳)

(۷) ...... رہی یہ مصلحت کہ اس مجلس کی وجہ سے عوام جہلاء منہیات سے رُکتے ہیں، اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ ایک معصیت کو اس لیے

---

[1] معارف القرآن، ج۱، ص۵۳۷، در ذیل سورہ بقرۃ آیت ۲۱۹

[2] دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"اوپر کے کلیہ سے مباح منضم کا حال معلوم ہو چکا کہ جب تک اپنی حد پر ہو گا جائز، اور جب اپنی حد سے خارج ہوا تو ناجائز، اور امورِ مرکبہ میں اگر کوئی ایک جزو بھی ناجائز ہو جاوے تو مجموعہ پر حکم عدمِ جواز کا ہو جاتا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ مرکب حلال و حرام سے حرام ہوتا ہے، یہ کلیہ فقہ کا ہے" (تذکرۃ الرشید ج۱، ص۱۳۳)

اختیار کیا جاوے کہ دوسرے معاصی سے حفاظت رہے؛ تو اس مصلحت سے بدعت کا ارتکاب جائز نہیں ہو سکتا، دوسرے یہ مصلحت تو اس سے بھی حاصل ہو سکتی ہے کہ دوسرے مضامینِ حکمیہ کا وعظ ہوا کرے...... اور اگر شبہ ہو کہ اس میں کوئی نہ آوے گا یا کم آویں گے؛ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل آنے والوں کا ہے، واعظ یا بانیِ مجلس کو اس کی کیا فکر؟ یہ اپنی طرف سے سدِّ مفاسد کی سعی کرے؛ آگے خواہ اثر مرتب ہو یا نہ ہو؛ تیسرے اگر عوام کے مذاق کی ایسی ہی رعایت کی جائے تو ان کی جتنی قبیح رسمیں ہیں، ہر ایک کے مقابل رسمیں ہیں؛ ہر ایک کے مقابل وہی رسم اصلاح کر کے منعقد کرنا جائز ہو گا؟ (امداد الفتاویٰ ج ۵، ص ۳۱۹)[1]

(۸) ...... دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں: امرِ مشروع بوجہ اقتران و انضمامِ غیر مشروع کے غیر مشروع ہو جاتا ہے (اصلاح الرسوم، ص ۱۵۴، ۱۵۵، بابِ سوم، قاعدہ دوم مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، بندر روڈ کراچی)[2]

(۹) ...... ایک مقام پر حضرت حکیم الامت ؒ فرماتے ہیں:

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] "یہ امر بھی یقینی ہے کہ جو امرِ خیر بذریعہ غیر مشروع حاصل ہو وہ امرِ خیر نہیں ہے اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جاوے تو اس ثمرہ کچھ ہی ہو، جائز الحصول نہ ہو گا" (تذکرۃ الرشید ج ۱، ص ۱۳۰)

[2] نیز فرماتے ہیں:
فعلِ مباح بلکہ مستحب بھی کبھی امرِ غیر مشروع کے مل جانے سے غیر مشروع ہو ممنوع ہو جاتا ہے
(اصلاح الرسوم، ص ۱۵۴، بابِ سوم، قاعدہ دوم)

اگر کسی امر خلافِ شرع کرنے سے کچھ فائدے اور مصلحتیں بھی ہوں جن کا حاصل کرنا شرعاً ضروری نہ ہو یا اس کے حاصل کرنے کے اور طریقے بھی ہوں اور ایسے فائدوں کے حاصل کرنے کی نیت سے وہ فعل کیا جاوے یا ان فائدوں کو مرتب دیکھ کر عوام کو اس سے نہ روکا جائے یہ بھی جائز نہیں، نیک نیت سے مباح تو عبادت بن جاتا ہے اور معصیت مباح نہیں ہوتی خواہ اس میں ہزار مصلحتیں اور منفعتیں ہوں، نہ اس کا ارتکاب جائز، نہ اس پر سکوت کرنا جائز اور یہ قاعدہ بہت ہی بدیہی ہے (اصلاح الرسوم ص۱۵۷و۱۵۸، بابِ سوم، قاعدہ پنجم)[1]

---

[1] ایک مقام پر حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

"مصالح (فوائد) مسلَّم سہی مگر حدودِ شرعیہ کا اتباع تو ہم پر ہر وقت اور ہر حالت میں فرض ہے اور احکامِ شرعیہ ہر وقت اور ہر حالت میں واجبُ العمل ہیں" (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ ج۳ص۲۳۷و۲۳۸، ملفوظ ۳۸۲)

فرماتے ہیں:

دین میں دنیوی مصالح سے متاثر ہونا سب کمزوری کی باتیں ہیں بڑی چیز دین ہے، یہ محفوظ رہے خواہ تمام مصالح بلکہ سارا عالَم فنا ہو جائے کچھ پرواہ نہیں (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ ج۲ص۳۸۹ملفوظ ۶۴۰)

اور ایک مقام پر علمی مگر جامع انداز میں حضرت حکیمُ الامتؒ فرماتے ہیں:

"مصالح میں مفاسد و منکرات کے انضمام کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مصلحت واجبُ التحصیل نہ ہو تو اس کا چھوڑنا جائز تو ہر حال میں ہے اور کبھی مستحب اور کبھی واجب ہو جاتا ہے، اور اگر واجبُ التحصیل ہو، اختلافاً یا اتفاقاً تو وہاں اس واجب کو بلا عذر ترک نہ کریں گے، لیکن اختلافی میں یہ عدمِ جوازِ ترک اختلافی ہو گا مگر اُن مفاسد پر ہر حال میں انکار کرین گے، اور جس درجے کا مفسَد ہو گا، اسی درجے کا انکار واجب ہو گا، اور اگر کوئی عذر ہو تو اعتقاداً اتفاق واجب ہو گا اور عملاً معتقد عذر معذور ہو گا"

اور ہم ذکر میں تداعی وغیرہ کا غیر مشروع اور بدعت ہونا پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

(۱۰) ...... حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم، ملتان) تحریر فرماتے ہیں:

کسی کیفیت یا خضوع و خشوع پیدا کرنے کی خاطر کسی بدعت و ناروا کام کو جائز نہیں قرار دیا جاسکتا، جس سے دین میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہو[1]

لہٰذا بعض حضرات کا مروجہ مجالسِ ذکر پر مرتب ہونے والے فوائد کی خاطر، ان کے جواز کی تاویل درست نہیں۔

بہر حال پیش کردہ فوائد و مصالح کو حاصل کرنے کی خاطر منکرات و بدعات پر مشتمل مجالسِ ذکر کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا، اور جن فوائد و مصالح کا شریعت اعتبار کرتی ہو، ان کو منکرات و بدعات سے بچتے ہوئے دیگر جائز طریقوں اور ذریعوں سے حاصل کرنا چاہیے۔[2]

(اشرف السوانح ج ۳ ص ۱۷۶، المسئلۃ السادسۃ عشر، مضمون رابع "الروضۃ الناضرۃ فی المسائل الحاضرۃ)

1 فتاویٰ مفتی محمود، ج ۱، ص ۲۷۹، کتاب العقائد

2 اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا حکم، ص ۱۳۷ تا ۱۴۱، مفتی رضوان صاحب

نقصان یہ ہے کہ بدعتی کے اعمال قبول نہیں

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہر وقت پیشِ نظر رہے۔

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا، وَلَا صَلَاةً، وَلَا صَدَقَةً، وَلَا حَجًّا، وَلَا عُمْرَةً، وَلَا جِهَادًا، وَلَا صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا، يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ۔[1]

اللہ تعالیٰ کسی بدعتی شخص کی نہ نماز قبول فرماتے ہیں، نہ روزہ، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ نفل اور نہ ہی فرض۔

حتّٰی کہ وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے، جس طرح گُندھے ہوئے آٹے سے بال نکال دیا جاتا ہے۔

اس لیے بدعت پر مبنی تمام اعمال چھوڑ دیں

اللہ تعالیٰ تمام سُنّی مسلمانوں کو موت سے پہلے پہلے بدعت پر مبنی تمام اعمال سے توبہ کرنے اور عملاً ان کو چھوڑنے کی توفیق نصیب کریں۔ اور سُنتِ رسول ﷺ پر صحابہ کرامؓ کی اتباع میں آخری سانس تک عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائیں اور اپنی رضا کے راستہ پر چلائیں۔ آمین

☆☆☆☆

[1] ابنِ ماجہ بروایت حذیفہ، کنز العمال ج ۱، حدیث ۱۱۰۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب3

ذکر اور اعتکاف میں مروجہ بدعات

مولانا محمد صدیق صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس لکھتے ہیں:[1]

مقیاس السنۃ والبدعۃ

سنت کی تعریف

سنت رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات اور صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال کو کہا جاتا ہے۔

بدعت کی تعریف

دین میں کسی چیز کا اضافہ کرنا، دین سمجھ کر، یہ بدعت کہلاتا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فهو رد[2]

حضور ﷺ نے فرمایا: ہمارے دین میں جس نے نئی بات گھڑلی، وہ مردود ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کل بدعة ضلالة، نیز فرمایا ایاکم و

---

[1] ذکر و اعتکاف میں مروجہ بدعات ص ۴ تا ۱۷، مؤلفہ مولانا محمد رفیقؒ

[2] بخاری، مسلم، ابنِ ماجہ۔ مشکوۃ شریف ص ۳

البدعۃ[1]

یہاں پر سمجھنا چاہیے کہ ہر نئی چیز بدعت نہیں، جب تک کہ اسے دین کا جزء نہ بنادیا جائے۔

دین میں کچھ مقاصد ہیں اور کچھ وسائل۔ وسائل کی تبدیلی یا ان میں اضافہ بدعت نہیں کہلاتا، جب کہ مقاصد میں اضافہ یا ترمیم بدعت کہلاتا ہے۔ اسی طرح مقصد کا حصول نئی چیز پر موقوف ہو جائے تو اس کو اپنایا جاتا ہے۔ تو احداث دو قسم پر ہوا

(ا) احداث للدین، جو کہ دین کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے موقوف علیہ ہے۔ یعنی بدعت لغوی کہ نئی چیز کو دین میں داخل نہ کیا جائے

(مثال نمبر ا) دین میں درجہ احسان پیدا کرنا ضروری ہے علیٰ ہذا دل میں خشیت یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ڈر حاصل کرنا ضروری ہے۔

حضور ﷺ کے زمانے میں ایمان کے ساتھ حضور ﷺ کو دیکھ لینے سے ازخود یہ مقامات پیدا ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ میں یہ مقامات، صحبتِ نبی کریم ﷺ سے پیدا ہو جاتے تھے اور جیسے جیسے زمانہ حضور ﷺ سے دور ہوتا گیا یہ ملکات

---

[1] ترمذی ج ۲، ص ۹۲۔ ابوداؤد ج ص ۲۸۷۔ ابنِ ماجہ ص ۵۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۹

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

پیدا ہونے بند ہو گئے تو ان کو پیدا کرنے کے لیے ذکر و شغل تجویز ہوئے تو یہ اذکار و اشغال مقصود نہیں بلکہ حصول مقصد ضرور ہیں۔ اذکار و اشغال جو مشائخ سے منقول ہیں، یہ درجہ احسان، خشیت، وغیرہ پیدا کرنے کے لیے ہیں، یہ بدعت نہ ہوں گے کیوں کہ یہ احداث للدین ہے۔

(مثال نمبر ۲) اعلائے کلمۃ اللہ مقاصدِ دین سے ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے جہاد ہے اور جہاد کے لیے قتال ہے، حضور ﷺ کے زمانہ میں تیر، تلوار اور نیزے سے قتال ہوتا تھا، اب جب کہ توپ، میزائل اور ایٹم بم بن چکے ہیں تو حصولِ مقصد کے لیے یہ سب اشیاء جہاد کی تیاری میں شامل ہوں گی، اس کو بدعت نہ کہا جائے گا۔ کیوں کہ یہ احداث فی الدین نہیں ہے، بلکہ احداث للدین ہے۔

(مثال نمبر ۳) حفاظتِ دین یعنی قرآن و حدیث و فقہ کی حفاظت مقاصد میں سے ہے۔ اس کے حصول کے لیے پہلے زیادہ تر مدار حفظ پر تھا، جب قویٰ میں کمزوری ہوئی تو لکھنے کو مدار بنالیا گیا۔ اس کی تعلیم کے لیے استاد ذریعہ معاش اختیار کرنے کے ساتھ پڑھاتا بھی تھا اور تصنیف بھی کرتا تھا۔ چناں چہ قدوری، حلوائی، بزاز

مختلف فقہاء کے نام پیشوں کے لحاظ سے ہیں۔ اب جبکہ کمزوری آ گئی اور کام کے ساتھ تعلیم و تعلم مشکل ہو گیا ہے تو حصولِ مقاصد کے لیے مدارس کا نظام قائم کیا گیا۔ اس کو بدعت نہ کہا جائے گا، کیوں کہ یہ احداث للدین ہے۔

(مثال نمبر ۴) دعوت و تبلیغ اسلام میں مقاصد میں سے ہے۔ اس کے لیے پہلے صرف وعظ کے ذریعے تبلیغ کی جاتی تھی، جب تعلیم عام ہونے لگی تو تصنیف و اشاعت کے ذریعے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا گیا۔ ضرورتِ زمانہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا الیاسؒ نے دعوت و تبلیغ کا مجددانہ کام شروع کیا اور چھ نمبروں پر مبنی تبلیغ شروع کی، یہ مقصد کے حصول کے لیے ہے، مقاصد میں سے نہیں۔ لہٰذا یہ طریقہ بدعت نہ ہو گا، کیوں کہ یہ احداث للدین ہے، احداث فی الدین نہیں۔

(مثال نمبر ۵) ستر عورت مقاصد سے ہے، اس کے لیے کپڑا پہننا ضروری ہے۔ تغیّر زمان کی وجہ سے کپڑے کی صنعت میں ترقی ہوئی تو ہر قسم کا کپڑا پہن سکتا ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ شارع نے اس کے پہننے پر پابندی نہ لگائی ہو مثلاً مرد ریشم کا کپڑا نہیں پہن سکتا اور ایسے ہی وہ لباس جس سے تشبہ بالکفار ہو، وہ ناجائز ہو گا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حاصل یہ کہ وسائل کی تبدیلی جائز ہے، بشرطیکہ شارع نے اسے ممنوع قرار نہ دیا ہو۔

دعوت و تبلیغ مقاصد سے ہیں، البتہ اس کے وسائل تبدیل ہو سکتے ہیں۔ ممنوع طریق سے مثلاً تصویر کے ذریعے اشاعت اور شعار کفار کے مشابہ طریق اختیار نہیں کیے جاسکتے۔ اسی طرح نماز کی طرف بلانے کے لیے جو طریقے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے مشورہ میں آئے ان کو رد کر دیا گیا تشبہ بالکفار کی وجہ سے، آخر اذان مشروع ہوئی۔

(۲) احداث فی الدین یعنی بدعت شرعی کہ ہر نیا قول یا فعل جس کو دین میں داخل کیا گیا ہو اس کی اصل دین میں نہ ہو۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احداث فی امر ناھذافھو رد

حضور ﷺ نے فرمایا ہمارے دین میں جس نے نئی بات گھڑلی وہ مردود ہے۔[1]

علامہ ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں

کل من احدث فی الدین ما لم یاذن بہ اللہ و رسولہ فلیس من الدین شیء۔[2]

---

[1] بخاری شریف ص ۳۷۱، ج ۱۔ مسلم شریف ص ۷۷، ج ۲۔ ابو داؤد شریف ص ۲۷۹، ج ۲۔ ابنِ ماجہ ص ۳

[2] جامع العلوم والحکم طبع مصر بحوالہ راہ سنت ص ۴۷

جس نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کی اجازت اللہ اور اس کے رسول نے نہیں دی تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر احداث مردود نہیں ہے بلکہ جو احداث فی الدین ہو وہ مردود ہے۔ چناں چہ بعض روایات میں ہے من احدث فی دیننا مالیس منہ فھو رد۔

علامہ ابنِ حجرؒ فی امر ناھذا کی شرح میں لکھتے ہیں

والمراد امر الدین۔ (فتح الباری ص ۳۲۱، ج ۵)

مراد یہ ہے کہ دین میں غیر دین کو شامل کرلیا جائے۔

علامہ تفتازانیؒ لکھتے ہیں

ان المراد بذٰلک ان یجعل فی الدین مالیس منہ۔[1]

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دین میں ایسی چیز کو شامل کردے جو ان سے نہیں ہے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں مراد امر دین ہے۔[2]

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں **والمرد بالامر، الدین کماصرح وابہ۔**[3]

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ "بدعت کہتے ہیں ایسا کام کرنا

---

1 شرح مقاصد ص ۲۷۱، ج ۲
2 بذل المجہود ص ۱۹۵، ج ۵
3 فتح الملہم ص ۴۰۷، ج ۱

جس کی اصل کتاب و سنت اور قرون مشہود لھا بالخیر میں نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب سمجھ کر کیا جائے۔" (حمائل شریف ص ۷۰۲)

مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہیں "بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید، حدیث شریف سے اس کا ثبوت نہ ملے اور صحابہ کرامؓ اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے" (تعلیم الاسلام ح۴، ص ۲۷)

حضرت مولانا کریم بخش (المتوفیٰ ۱۳۶۵ھ) لکھتے ہیں "اصطلاح شریعت میں بدعت ہر وہ فعلِ دین ہے جس کو قرونِ ثلاثہ کی اکثریت نے قبول نہ کیا ہو یا ان پاک زمانوں میں اس کو خلافِ دین کہا گیا ہو یا خود ان زمانوں کے بعد پیدا ہوا ہو جس میں عقیدہ غیر ضروری کو ضروری سمجھا جائے اور ضروری کو غیر ضروری"[1]

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

قرون مشہود لھا بالخیر

قرون مشہود لھا بالخیر یعنی قرون ثلاثہ کو سمجھنے کے لیے معلوم ہونا چاہیے کہ اصول شرع چار ہیں:

---

[1] حقیقۃ الایمان ص ۳۸

(۱) قرآن مجید، (۲) سنت رسول اللہ ﷺ، (۳) اجماع امت، (۴) قیاس مجتہد

اہل سنت والجماعت ان چاروں دلائل شرعیہ کے قائل ہیں۔

قرآن پاک کی حقانیت و حجیت کی قطعیت مسلمہ امر ہے، سارا قرآن اس کی دلیل ہے۔

سنت رسول بھی دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(۱) اطیعو اللہ و اطیعو االرسول

اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسول کی۔

(۲) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔

آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری اتباع کرو۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

(۳) فمن رغب عن سنتی فلیس منی (بخاری شریف ص ۷۵۷، ج ۲)

پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

(۴) یا ایھا الناس قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدا کتاب اللہ و سنۃ نبیہ ﷺ (مستدرک حاکم ص ۹۳، ج ۱)

اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، اگر تم ان کو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے (ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسرا) اس کے نبی ﷺ کا طریقہ۔

(۵) فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ و ایّاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة۔[1]

پس تم لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو، مضبوطی سے پکڑو داڑھوں کے ساتھ اور بچو تم دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے کیوں کہ ہر نئی بات بدعت ہے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

اجماعِ صحابہ حجت ہے

حضور ﷺ نے فرمایا:

ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملة و تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یارسول اللہ ﷺ قال ما انا علیه و اصحابی[2]

بے شک بنی اسرائیل میں بہتر فرقے بنے اور میری امت بٹ

---

[1] مستدرک حاکم ص۹۶، ج۱

[2] مشکوٰۃ شریف ص۲۰، ج۱

جائے گی تہتر حصوں میں، سارے کے سارے آگ میں ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوں گے۔

حضور ﷺ نے اس امت کے متعلق فرمایا: **انتم اشھداء اللہ فی الارض**[1]

حضور ﷺ نے اس امت کے متعلق فرمایا: تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں۔

اس حدیث سے امام حاکمؒ نے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے اور فرمایا:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یستدل علی الحجة بالاجماع (مستدرک حاکم ص ۱۲۰، ج ۱)

اس سے اجماع کی حجت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

علامہ شمس الدین وہبیؒ نے فرمایا

تستدل بہ علی ان الاجماع حجة

استدلال کیا جاتا ہے اس بات پر کہ اجماع حجت ہے۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے **ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالة**

---

1 متفق علیہ

کی شرح میں لکھا ہے فی الحدیث دلیل علٰی حقیّۃ الاجماع[1]

"حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ اجماع حق ہے"۔

علامہ بزدویؒ حنفی تحریر فرماتے ہیں:

فصار الاجماع کاٰیۃ من الکتاب و حدیث متواتر فی وجوب العمل و العلم فیکفر جاحدی فی الاصل۔[2]

پس اجماع کتاب اللہ کی آیت اور حدیث متواتر کی طرح ہو گیا عمل اور عقیدہ کے واجب ہونے میں پس اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔

علامہ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں **و الاجماع اعظم الحجۃ** (الحجۃ ص ۶۲)

"اور اجماع بہت بڑی دلیل ہے"۔

خیر القرون کا تعامل بھی حجۃ ہے

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیء اقوال تسبق شھادۃ احدھم یمینہ و یمینہ شھادتہ[3]

[1] مرقاۃ ج ۱، ص ۳۰

[2] اصول بزدوی ص ۳۶۱، ج ۲

[3] بخاری شریف ص ۳۶۲، ج ۱۔ مسلم شریف ص ۲۰۹، ج ۱

خادم سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان کی گواہی بڑھ جائے گی ان کی قسم سے اور ان کی قسم ان کی گواہی سے۔

عن عمران بن حصین قال رسول اللہ ﷺ خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان سے ملے ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں

سال رجل النبی ﷺ ای الناس خیر قال القرون الذی انا فیہ ثم الثانی ثم الثالث۔ (مسلم شریف ص ۳۱۰، ج ۲)

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں، ایک صحابیؓ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کون سے لوگ بہترین ہیں؟ فرمایا اس زمانہ کے لوگ جس میں میں ہوں، پھر دوسرے زمانہ کے لوگ، پھر تیسرے زمانہ کے لوگ۔

علامہ نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

و الصحیح ان قرنه ﷺ الصحابة و الثانی التابعون و الثالث تابعوهم۔[1]

اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ کے لوگ صحابہ کرامؓ ہیں اور دوسرے زمانہ کے لوگ ان کی اتباع کرنے والے (یعنی تابعین) ہیں اور تیسرے زمانہ کے لوگ ان کی اتباع کرنے والے (یعنی تبع تابعین) ہیں۔

خلاصہ بحث

خیر القرون تین ہیں، انہی کو قرونِ ثلاثہ، قرون مشہود لھا بالخیر کہا جاتا ہے۔ ان کا تعامل حجت ہے، ان کا دور ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کے نقشِ قدم پر چل کر ہمیں کامیابی نصیب ہو سکتی ہے، یہی امتِ مرحومہ کا بہترین گروہ ہے۔

ضروری وضاحت

خیر القرون کا مصداق زمانہ نہیں بلکہ اہل زمانہ یعنی لوگوں کی جماعت ہے۔

لغت کی مشہور کتاب مجمع بحار الانوار میں قرن کا معنی اہل کل زمان کیا ہے۔

[1] شرح مسلم شریف ص۳۰۹، ج۲

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی حفظہ

قرن کا معنی امت کا ہے، اس سے مراد صحابہ کرامؓ اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحابہ کی اتباع کی اور پھر وہ لوگ ہیں جنہوں نے تابعین کی اتباع کی۔

قرنِ اول سے مراد صحابہ کرامؓ اور قرنِ ثانی سے مراد تابعین اور قرنِ ثالث سے مراد تبع تابعین کے پاک نفوس اور برگزیدہ ہستیاں ہیں

قرن بمعنی جماعت قرآن پاک میں بھی مستعمل ہے

وقد خلت القرون من قبلی (پ۲۶ سورۃ احقاف، آیت ۱۷)

اور گزر چکی ہیں بہت جماعتیں مجھ سے پہلے

ولکنا انشانا قرونا۔ (پ۲۰ سورۃ القصص، آیت ۴۵)

لیکن ہم نے پیدا کیں کئی جماعتیں۔

ثم انشانا من بعدھم قرونا اٰخرین۔ (پ۱۸ سورۃ المؤمنون، آیت ۴۲)

پھر پیدا کیں ہم نے ان سے پیچھے اور جماعتیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

چوتھی دلیل شرعی قیاس ہے

کتاب و سنت کے قوانین کو لازمی اور قابل عمل جاننے والوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اجتہاد اور تفقہ سے کام لیں اور کتاب و سنت کی روشنی میں ضروری اور ہنگامی قانون بنائیں اس کو فقہ اور قیاس کہتے ہیں۔ لیکن ہر کس و ناکس اجتہاد نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں کہ

علومِ عربیہ سے واقفیت تامہ رکھتا ہو اور قرآن کے احکام کی آیات اور حدیث کے احکام کی آیات بیک وقت مستحضر ہوں تاکہ خلافِ نص اجتہاد نہ کرے اور مجتہد مصیب بھی ہو سکتا ہے اور مخطی بھی۔ لیکن صاحبِ اجتہاد نے اپنی پوری طاقت اور وسعت صرف کی اور نفس کی آمیزش سے صاف اہل تقویٰ ہو کر اجتہاد کیا اور کوئی غلطی ہو گئی تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ عند اللہ ماجور ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا حکم الحاکم فاجتھد و اصاب فلہ اجران و اذا حکم الحاکم فاجتھد و اخطا فلہ اجر واحد[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حاکم فیصلہ کرے پس اجتہاد کرے اور درست فیصلہ کر دے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ اور جب حاکم فیصلہ کرے پس اجتہاد کرے اور درستگی کو نہ پہنچے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت ہے آں حضرت ﷺ نے انہیں یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو حضرت معاذؓ سے فرمایا

کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال

[1] بخاری شریف ص ۱۰۹۲، ج ۲

فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اجتہد برای و الا ألو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیٰ صدرہ و قال الحمدللہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما یرضی بہ رسول اللہ[1]

تو کیسے فیصلہ کرے گا جب تیرے سامنے کوئی فیصلہ پیش ہو گا تو انہوں نے عرض کی میں کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو کتاب اللہ میں نہ پائے تو؟ انہوں نے عرض کی پھر آپ کی سنت کے ساتھ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں نہ پائے تو؟ انہوں نے عرض کی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ فرمایا اور پس تھپکی دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کے سینہ پر اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس کو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس کوئی مقدمہ آتا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کرتے، ورنہ اجتہاد کرتے۔

---

[1] رواہ ابوداؤد والترمذی۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۴، ج ۲

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

ان ابا بکر اذا نزلت به قضية لم يجد لها في كتاب الله اصلا و لا في سنة اثرا فقال اجتهد برای فان يكن صوابا فمن الله و ان يكن خطأ فمني و استغفر الله (طبقات ابنِ سعد ج۳، ص۱۳۶)

ابو بکرؓ کے سامنے جب کوئی ایسا فیصلہ آتا تو اس کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ پاتے تو فرماتے ہیں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں۔ پس اگر وہ درست ہے تو اللہ کی طرف سے اور اگر وہ نا درست ہے میری طرف سے ہے۔ پس میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے مشہور تابعی قاضی شریح کو خط لکھا، اس میں کتاب و سنت اور اجماع کے بعد خاص طور پر اجتہاد کا ذکر ہے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھی اجماع کے بعد قیاس اور اجتہاد سے حکم دیتے تھے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا معمول تھا کہ جب کتاب و سنت کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے کوئی ثبوت نہ مل سکتا تو کہتے **اقول فيه برايي**[2]

الغرض جمہور اہل اسلام قیاس شرعی کو صحیح اور حجت تسلیم کرتے

---

[1] مسند دارمی ص۳۴

[2] مسند دارمی ص۲۳

ہیں۔ چناں چہ:

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: ''جمہور از صحابہؓ و تابعین و فقہاء باآں رفتہ کہ اصلی از اصول شریعت است استدلال میر و دبداں بر احکام وارده بسمع ظاہر یہ انکارش کرده اند''[1]

قیاس پر اعتراضات

اعتراض نمبر ا

ایک غیر نبی کو یہ مقام کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ دین کی باتوں میں دخل دے؟

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

جواب

موجبِ حکم دراصل حکمِ مجتہد یا قیاسِ قائس نہیں بلکہ درحقیقت اصل موجب قرآن و حدیث ہے، مجتہد کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ جزئی جو کہ قرآن و حدیث سے صراحتاً ثابت نہیں اس کو کسی علت جامعہ کی وجہ سے دلیل شرعی سے جوڑ دیتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس مثبتِ احکام نہیں بلکہ مظہر احکام ہے کہ قرآن و حدیث کے مخفی احکام کو مجتہد اجتہاد سے ظاہر کر دیتا ہے۔

---

[1] افادہ الشیوخ ص ۱۲۲

اما القیاس الشرعی فھو الحاق الحکم الواجب لشیء ما بالشرع بالشیء الذی اوجب الشرع له ذٰلک الحکم لعلة جامعة بینھما۔

بہر حال قیاسِ شرعی وہ کسی چیز کے حکم واجب کو ملانا ہے شریعت میں ایسی چیز کے ساتھ جس کے لیے شریعت نے کوئی حکم واجب کیا ہو کسی ایسی علت کی وجہ سے جو ان کے درمیان مشترک ہو

جب انسان کو کوئی مسئلہ قرآن و حدیث سے صراحتاً نہیں ملتا تو وہ قرآن و حدیث میں اجتہاد کرتا ہے، وہ اجتہاد قرآن و حدیث سے الگ نہیں کہلاتا۔[1]

اسی طرح کسی صحابی کا قول جو اجتہاد اور استنباط کی قسم سے ہو اس کو قرآن وحدیث سے الگ نہ سمجھنا چاہیے۔

اعتراض نمبر ۲

قیاس بدعت ہے؟

جواب

قیاس و اجتہاد قرآن و حدیث سے ثابت ہے، الگ کوئی چیز نہیں بلکہ غیر منصوص کی کڑی کو منصوص سے ملا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک شرعی حجۃ

[1] بدایۃ المجتہد ص ۳، ج ۱

ہے، قیاس و اجتہاد سے نہ تو دین میں خلل واقع ہوتا ہے نہ اضافہ اس لیے اس پر بدعت کا اطلاق ہرگز درست نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۳

نعوذ باللہ قیاس ابلیس کی سنت ہے اول من قاس ابلیس؟

جواب

قیاس ابلیس پر مجتہدین کے قیاس کو قیاس کرنا بھی تو قیاس ہے جب قیاس حجۃ نہیں تو تم قیاسِ مجتہدین کو ابلیس کے قیاس پر کیوں قیاس کرتے ہو جب کہ آپ کا یہ قیاس بھی قیاس مع الفارق ہے، قیاسِ ابلیس معارض نص تھا اور قیاسِ مجتہدین مظہر نص ہوتا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں

و اما القیاس و الاجتہاد فلیس من البدعۃ فی شیء فانہ مظہر لمعنی النصوص لا مثبت امر زائد (مکتوبات ص ۴۷، ج ۳)

بہر حال قیاس اور اجتہاد کسی بھی چیز میں بدعت نہیں ہیں۔ کیوں کہ بے شک یہ ظاہر کرنے والے ہیں ایسے معنی کو جو نص میں پایا جاتا ہے نہ کہ امرِ زائد کو ثابت کرنے والے ہیں۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

علماء مجتہدین اظہار احکام دین فرمودہ اندنہ احداث مالیس منہ پس

احکام اجتہادیہ از امور محدثہ نہ باشند بلکہ از اصول دین بودند۔[1]

علماء مجتہدین نے احکامِ دین کا اظہار کیا ہے نہ کہ ایسی چیز کو پیدا کیا ہے جو کہ اس سے نہیں ہے۔ پس احکام اجتہادیہ امورِ محدثہ سے نہ ہوں گے بلکہ اصولِ دین سے شمار کیے جائیں گے۔

خلاصہ بحث

سابقہ دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ دلائل وبراہین کی اصولی چار قسمیں ہیں۔

کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع، قیاس مجتہدین۔

یہ بھی ثابت ہو چکا کہ قیاس بھی حجۃ شرعی ہے، بدعت نہیں۔

جب قیاس اور اجتہاد صحیح ہے تو پھر کسی مجتہد کی تقلید کرنا کیسے بدعت ہو گا۔

قیاس دلیل شرعی وہ قیاس ہو گا جو ادلہ ثلاثہ کتاب، سنت، اجماع سے مستنبط ہو، علت منصوصہ کے ذریعہ قیاس قطعی ہو گا ورنہ خبر واحد کی طرح ظنی ہو گا۔

علٰی ھذا تعامل الناس ملحق بالاجماع اور قول صحابیؓ اگر مدرک بالقیاس نہیں تو ملحق بالسنۃ ہو گا۔ جو غیر مدرک بالقیاس ہو وہ اجتہاد ہو گا۔ ایسے

---

[1] مکتوبات ح ۴، مکتوب نمبر ۲۶۰

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہی دلیل استحسانی ملحق بالقیاس ہو گی۔ اور قیاس جو ان اصولِ ثلاثہ سے معارض ہو جائے تو وہ حجت نہ ہو گا اس لیے کہ قیاس کا دلیل شرعی ہونا ان تینوں کے تابع ہے۔

اب ثابت ہوا کہ دلائل شرع میں تعامل خیر القرون بھی اجماع کی طرح شامل ہے، ہمیں اپنے ہر قول اور فعل کو دلائل کی کسوٹی پر رکھنا ہو گا جو ان کے موافق ہو وہ حق ہے اور اسی میں نجات و فلاح ہے اور جو ان سے ٹکرائے یا اس کا ثبوت ان سے نہ ہو سکے وہ باطل اور مردود ہے۔

جن مسائل میں حضرات فقہاء کرام نے اجتہاد و قیاس کیا ہے ان کے اصول و ضوابط حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین یعنی خیر القرون میں موجود تھے مگر ان کے دواعی اور اسباب اس زمانہ میں رونما ہوئے تھے جب ان مسائل کے اسباب و محرکات مجتہدین کے زمانے میں رونما ہوئے تو اجتہاد و قیاس کی ضرورت محسوس ہوئی انہوں نے اپنے قیاس سے ان اسباب و محرکات کو نصوصِ شرعیہ سے جوڑ دیا اور جزئیات کو کلیات میں داخل کر دیا۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

بدعت کی معرفت کے اصول

(اصول نمبر ۱) اگر اسباب اور محرکات خیر القرون میں موجود تھے تو ان کو خیر القرون میں جس طریقہ پر کیا گیا اسی طریقہ کو شریعت سمجھا جائے گا۔ اور ان محرکات و اسباب پر، جو خیر القرون میں تھے، اضافہ بے دینی، جہالت اور بدعت سمجھا جائے گا۔

چند مثالیں

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت یہ ایک سبب خیر القرون میں موجود تھا لیکن قبل نبوت اور بعد از نبوت باسٹھ سال گزارے اور صحابہ کرامؓ جو کہ آپ ﷺ کے سچے عاشق تھے لیکن کسی نے یوم ولادت نہیں منایا تو جب محرک اور سبب موجود تھا اس کے باوجود عرس یا میلاد نہ منانا جب خیر القرون سے ثابت نہیں ہے تو یہ دن منانا بدعت ہو گا۔

(۱) حضور ﷺ کی زندگی میں کئی اموات ہوئیں مثلاً حضرت خدیجہؓ فوت ہوئیں، حضرت حمزہؓ شہید کیے گئے، آپ ﷺ کی صاحبزادیاں فوت ہوئیں یہ سبب موجود تھا لیکن حضور ﷺ اور خیر القرون میں تیجہ، ساتواں، چالیسواں یا قبروں پر میلاد کرنا ثابت نہیں تو اب یہ کرنا بدعت ہو گا۔

(۲) آپ ﷺ کی وفات پر صحابہ کرامؓ نے باوجود کمالِ عشق کے کوئی کام نہیں کیا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کی وفات پر کسی تابعی یا تبع تابعی نے ایسا کوئی کام کیا گویا خیر القرون میں کسی کی وفات پر ایسے کام جو اب کیے جاتے ہیں نہ تھے لہٰذا اب یہ بدعت ہوں گے۔

ایصالِ ثواب کیا جاتا تھا، نہ دنوں کی تعیین تھی نہ لوگوں کا اجتماع، اور نہ کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھا جاتا تھا لہٰذا اب یہ بدعت ہوں گے۔

(۳) ختنے ہوتے تھے، شادیاں ہوتی تھیں لیکن موجودہ خرافات نہ ہوتی تھیں لہٰذا اب یہ بدعت ہوں گی۔

(۴) جنازے ہوتے تھے لیکن ان کے بعد مل کر اجتماعی دعا ہوتی تھی نہ ہی ساتھ کل حیّ یموت کے نعرے لگتے تھے لہٰذا اب یہ بدعت ہوں گے۔

(۵) دفن کرتے تھے اور دفن کے بعد مل کر دعا مانگی جاتی تھی لیکن اذان نہ ہوتی تھی اور نہ ہی ستر قدم پر جا کر دعا ہوتی تھی لہٰذا اب یہ بدعت ہوں گے۔

(۶) کفن پہناتے تھے لیکن ان پر لکھنے کا رواج نہ تھا لہٰذا اب یہ بدعت ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ خیر القرون میں محرکات اور اسباب کے باوجود جو کام

نہیں کیا گای اب اسے اختیار کرنا بدعت ہو گا۔

(۷) علیٰ ھٰذا حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر خیر القرون کے زمانے تک کلمہ شریف کا ذکر ہوتا تھا درود شریف پڑھا جاتا تھا مگر اجتماعی صورت میں جہر سے ذکر کرنے اور باآواز بلند درود شریف پڑھنے کا ان میں رواج نہ تھا بلکہ ان پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نکیر ثابت ہے۔ الغرض آج کل جتنی بدعات رائج ہیں ان میں سے ایک ایک کا خیر القرون میں سبب موجود تھا مگر یہ بدعات نہ ہوتی تھیں۔ اگر ان باتوں میں اجتہاد و قیاس کی ضرورت ہوتی تو مجتہدین ضرور قیاس کر کے تحریر فرما دیتے۔

اب ستم یہ ہے کہ خیر القرون کے بعد میں پیدا ہونے والی بدعات کو اہل سنت والجماعت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔

قاعدہ مذکورسے استثناء

البتہ اس قاعدے سے وہ جزئیات مستثنٰی ہوں گی جن میں کوئی مانع تھا جیسا کہ قرآن نازل ہو رہا تھا جمع ممکن نہ تھا بعد میں جب نزول مکمل ہوا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں جمع کیا گیا۔

علیٰ ھٰذا نماز تراویح فرض ہونے کے ڈر سے حضور ﷺ نے صرف تین روز جماعت سے پڑھیں صحابہ کرامؓ اپنی اپنی پڑھتے تھے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت عمرؓ نے اس کو پورا ماہ پڑھنے اور جماعت سے پڑھنے کی تجویز فرمائی تو صحابہ کرامؓ نے اس پر اجماع فرمایا اور بیس تراویح کے لیے دو امام مقرر فرمائے صحابہ کرامؓ نے حضرت عمرؓ کو اس پر دعائیں دیں۔

(اصول نمبر ۲) عبادات کے اندر اپنی طرف سے اوقات مقرر کرنا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی و لا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصوم احدکم۔[1]

خادم اہلسنت عبدالوحید

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کی رات کو دوسری راتوں میں سے نماز اور قیام کے لیے خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں سے روزے کے لیے خاص نہ کرو مگر کوئی شخص جو نفلی روزے رکھتا ہے اگرچہ جمعہ کا دن بھی ان میں آجائے تو الگ بات ہے۔

علامہ شاطبیؒ بدعت کی شناخت بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و منھا التزام العبادات المعینۃ فی اوقات معینۃ لم یوجد لھا

1 مسلم شریف ص ۳۶۱، ج ۱

ذٰلک التعیین فی الشریعۃ۔ (الاعتصام ج۱، ص ۳۴)

اور انہی بدعات میں سے خاص اوقات کے اندر ایسی عبادات معینہ کا التزام کرلینا بھی ہے جن کے لیے شریعت مطہرہ نے وہ اوقات مقرر نہیں کیے۔

(اصول نمبر ۳) خاص کیفیات کا تعین کر لینا، اپنی طرف سے قیود لگا دینا، ان کی کیفیات بدل دینا جن کو شریعت نے مطلق چھوڑا ہے یہ بھی بدعت ہو گا۔

جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے اس کو بدعات میں شمار کیا ہے اور فرمایا:

و منھا التزام الکیفیات و الھیئات المعینۃ کالذکر بھیئۃ الاجتماع علی صوت واحد۔

اور انہی بدعات میں سے کیفیات مخصوصہ اور ہیئات معینہ کا التزام ہے جیسا کہ ہیئت اجتماع کے ساتھ ایک آواز پر ذکر کرنا۔

صحابہ کرامؓ کا ایسی کیفیات اور ہیئات مقرر کرنے کے متعلق فیصلہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا گزر مسجد میں ذاکرین کی ایک ایسی جماعت پر ہوا کہ ایک شخص کہتا سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو تو حلقہ نشین لوگ کنکریوں پر سو مرتبہ تکبیر کہتے۔ پھر وہ کہتا سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو تو سو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

بار تہلیل کہتے۔ پھر کہتا سو بار سبحان اللہ کہو تو وہ سنگریزوں پر سو مرتبہ تسبیح پڑھتے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تم ان سنگریزوں پر کیا پڑھتے ہو تو وہ کہنے لگے ہم تکبیر و تہلیل و تسبیح پڑھتے ہیں تو فرمایا

فعدوا من سیئاتکم فانا ضامن ان لا یضیع من حسناتکم شیء و یحکم یا امّة محمدﷺ ما اسرع اھلکتکم ھوءلاء صحابة بینکم متوافرون و ھٰذا ثیابه لم تبل و أنیته لم تکسر الٰی ان قال اَوَ مفتحی باب ضلالة۔[1]

پس تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کرو۔ میں اس کا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہو گا۔ تعجب ہے تم پر اے امت محمد ﷺ! کیا ہی جلد تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو، ابھی تک حضرات صحابہ کرامؓ تم میں بکثرت موجود ہیں اور ابھی تک جناب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک آپ کے برتن نہیں ٹوٹے (پھر فرمایا) کیا تم (ابھی سے) بدعت کا دروازہ کھولتے ہو۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

---

[1] مسند دارمی ص ۳۸، قلت بسند صحیح

اجتماعی اعتکاف اور مجمع اعتکاف میں فرق

حضرت مولانا محمد صدیق صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان لکھتے ہیں:[1]

اجتماعی اعتکاف اور مجمع اعتکاف میں متعدد وجوہ سے فرق ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں!

(۱) اجتماعی اعتکاف میں تداعی ہوتی ہے، اعلان ہوتے ہیں اور خصوصاً اب رمضان کے آخری عشرہ کا اجتماعی اعتکاف بھی شروع ہو گیا ہے۔

(۲) بڑا اجتماعی اعتکاف بھی شروع ہو گیا ہے۔

(۳) ایک شیخ کے مرید اجتماعی اعتکاف کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔

اجتماعی اعتکاف میں اعتکاف جو کہ انفرادی اور اختیاری عبادت ہے اس کو اجتماعی بنا کر غیر اختیاری بنا دیا جاتا ہے اور معتکف کو اختیار ہی نہیں رہتا کہ اپنی مرضی سے جو چاہے عبادت کر سکے، مثلاً اگر اجتماعی اعتکاف میں نظام الاوقات ذکر کا ہے تو قرآن شریف کی تلاوت نہیں کر سکتا، اور اگر نظام الاوقات کلمہ شریف کے ذکر کا ہے تو درود شریف نہیں

[1] ذکر و اعتکاف میں مروجہ بدعات ص ۳۳تا۴۳، مؤلفہ مولانا محمد صدیقؒ

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

پڑھ سکتا، اگر اجتماعی نظام الاوقات دعا کا ہے تو اس میں شامل ہونا ضروری ہے، معتکف اپنی مرضی سے سو نہیں سکتا، اور اگر اجتماعی نظام الاوقات ذکر بالجہر کا ہے تو سراً ذکر نہیں کر سکتا، اور اسی طرح اگر اجتماعی نظام الاوقات وعظ کا ہے تو معتکف اس سے تخلف نہیں کر سکتا۔

اعتکاف ایک انفرادی عبادت ہے، اس میں اجتماعیت دور دور تک معلوم نہیں ہوتی۔ اکابر کا رمضان انفرادی اعتکاف، اختیاری ذکر اذکار، تلاوت، تصنیف پر مبنی ہوتا تھا۔ اس لیے انفرادی کو اجتماعی قرار دینا اور اختیاری کو غیر اختیاری قرار دینا احداث فی الدین ہے۔

اس لیے اعتکاف کی صحت کے لیے اجتماعیت شرط اور موقوف علیہ تو کیا مستحبات سے بھی نہیں۔

اجتماعی عبادت کو انفرادی بنا دینا اور انفرادی عبادت کو اجتماعی بنا دینا احداث فی الدین ہے یہ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کی طرح ہے کہ جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا انفرادی ہے اور اجتماعی دعا بدعت ہے۔ پس تیسرا، چالیسواں اور اجتماعی ذکر کے لیے جمع ہونا بدعت ہے۔

اعتکاف رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں سنت کفایہ ہے اور یہ خالص انفرادی اور اختیاری عبادت ہے، دورانِ اعتکاف تلاوت، ذکر، نوافل اور اس کے علاوہ جس عبادت کی رغبت ہو معتکف کرے۔ اس کا

اجتماعی نظام کہ سب مل کر ایک ساتھ کلمہ مبارک کا ذکر کریں، درود شریف کا اجتماعی ورد کریں خیر القرون سے ثابت نہیں اور فقہائے کرام میں سے بھی کسی نے اس کو اجتماعی عبادت نہیں کہا۔ اکابر علماء دیوبند جو اس خطہ میں اہل سنت والجماعت فقہ حنفی کے امین ہیں ان میں سے بھی کسی سے اجتماعی ذکر ثابت نہیں البتہ بعض اکابر کے پاس مجمع معتکفین کا ہو جاتا تو وہ ان کی اصلاح وتربیت کے لیے کچھ معمولات بنا لیتے تھے۔ چند کے مختصر معمولاتِ رمضان ذکر کیے جاتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

فرمایا تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں کہ عالم شباب میں اکثر راتوں کو نہیں سویا، خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب کے دو حافظ سوا سوا پارہ عشاء تک سناتے تھے اور بعد عشاء کے دو اور حافظ سناتے، ان کے بعد ایک حافظ نصف شب تک اور اس کے بعد دو حافظ تہجد کی نماز میں، غرض تمام رات اسی میں گزر جاتی تھی۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

اکثر اوراد، ذکر و تسبیح، تلاوت قرآن مجید اور صلوٰۃ التسبیح میں مشغول رہتے نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تخمیناً نصف قرآن کریم آپ کا یومیہ معمول تھا۔ جس شب کی صبح کو پہلا روزہ ہوتا تھا آپ حضارِ جلسہ

(حاضرین) سے فرمادیا کرتے تھے کہ آج سے کچہری برخاست، رمضان کو بھی آدمی ضائع کرے تو افسوس کی بات ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے دو سال رمضان میں قرآن مجید یاد کیا، پھر کثرت سے پڑھتے تھے، ایک بار ستائیس پارے ایک رکعت میں پڑھے، نوافل میں اگر کوئی اقتدا کرتا تو رکعت کر کے یعنی سلام پھیر کر اس کو منع فرمادیتے تھے، تمام شب تنہاء پڑھتے رہتے۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ

سارا وقت تلاوت میں صرف ہوتا تھا، رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں شاید آپ ایک گھنٹہ سوتے ہوں اور اسی لیے آپ کو لوگوں سے وحشت ہوتی تھی کہ معمولِ تلاوت میں حرج ہوتا تھا۔

اپنی تلاوت کے علاوہ تین چار ختم سن لیا کرتے تھے، ماہ مبارک میں چوں کہ تمام رات اور تمام دن تلاوت کلام اللہ جاری رہتی تھی اس لیے مہمانوں کے آنے کو روک دیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ

متعدد حفاظ باری باری سے کئی کئی پارے سناتے تھے، قاری بدلتے رہتے مگر دو تین بجے تک اور کبھی بالکل سحری کے وقت تک اسی طرح

عبدالوحید الحنفی

کھڑے سنتے رہتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت تھانویؒ

ان کے رمضان اور غیر رمضان کے معمولات میں فرق نہیں پایا گیا کہ انہوں نے اجتماعی اعتکاف کیا ہو یہ دونوں حضرات تصنیف و تالیف میں مشغول وقت گزارتے تھے۔

حضرت مدنیؒ

تراویح میں قرآن خود سناتے تھے، مجمع دور دور سے آتا تھا ایک دو مکبر ضرور ہوتے تھے، عشرہ اخیرہ میں کئی مکبر ہوتے تھے، تراویح کے بعد طویل دعا ہوتی جس میں حاظرین پر گریہ وبکاء کا ایسازور ہوتا تھا کہ بسا اوقات ساری مسجد گونج جاتی۔

تراویح کے بعد حضرت وعظ کے لیے کھڑے ہو جاتے، لوگ اپنی اپنی مساجد سے تراویح کے بعد وعظ میں شرکت کے لیے مسجد میں آ جاتے، لوگوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں جگہ نہ رہتی، لوگ باہر کھڑے ہوتے آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کا انتظام کیا گیا، یہ وعظ بالکل اصلاحی ہوتا تھا، وعظ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی تھی۔ وعظ کے بعد حضرت ضروریات سے فارغ ہو کر مسجد میں تہجد کے لیے تشریف لے جاتے، جو لوگ تہجد میں شرکت لیے دور سے

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

آتے تھے وہ سب حضرت کے پہنچنے سے پہلے یا پہلی رکعت میں پہنچ جاتے۔ تہجد میں دو قرآن کا معمول تھا، ایک حضرت اور دوسرا مولانا جلیل احمد صاحب سناتے۔ حضرت تہجد کے لیے تشریف لے جاتے وقت بہت اہتمام کرتے کہ آہٹ نہ ہو، کسی کی آنکھ نہ کھلے۔ مگر لوگ فرطِ شوق سے خود ہی جاگ جاتے تھے۔

تہجد کی جماعت کے متعلق حضرت الاستاد مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال نے فرمایا کہ حضرت مدنیؒ نے ایک موقع پر فرمایا دیکھو بھائی میں نے تداعی نہیں کی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ المتوفی ۲۵ مئی ۱۹۸۲

حضرت شیخ الحدیثؒ کے اکثر اعتکافات انفرادی تھے جب طالبین کا رجوع بڑھا تو طالبین کی اصلاح و تربیت کا اہتمام اور اس کی حرص اور شوق میں کچھ معمولات مقرر کر دیے گئے، اخیر زمانہ میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا، یہ اعتکاف اجتماعی نہ تھا بلکہ مجمع معتکفین کی اصلاح کے لیے پروگرام مرتب کیے گئے۔ اس کو نہ ماموربہ قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی سنت قرار دیا جا سکتا تھا۔

کسی شیخ کے معتقدین کا اصلاح کی غرض سے کسی مسجد میں جمع ہو جانا یہ اجتماعی اعتکاف نہیں کہلاتا بلکہ مجمع اعتکاف کہلاتا ہے اور یہ جائز ہے۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ حرمین شریفین میں اعتکاف کے لیے لاکھوں لوگ جمع ہو جاتے ہیں، ان کا یہ جمع ہو جانا اور اعتکاف کرنا مجمع اعتکاف کہلائے گا نہ کہ اجتماعی اعتکاف۔[1]

۱۹۶۵ء مطابق ۱۳۸۵ھ کے معمولات

بعد مغرب ۶ پارے، استماعِ تراویح اوسط ۳ پارے، اس کے بعد فضائل کی کتاب ۱۲ بجے تک، تہجد میں ۶ پارے، چاشت میں ۶ پارے، سنن ظہر ۳ پارے، بعد ظہر بالنظر ۸ پارے، بعد عصر سماع (مولانا محمد یحییٰ (کاندھلویؒ) وغیرہ ۳ پارے، کل میزان ۳۵ پارے۔[2]

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

مجمع معتکفین کے لیے معمولات

فجر کے بعد زیارت و مصافحہ کے بعد لوگ سو جاتے، حسبِ توفیق اٹھ کر نوافل و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو جاتے، نیند سے بیداری کا سلسلہ گیارہ بجے ہوتا، اس کے بعد وعظ ہوتا۔ تقریر کی اس مجلس میں حضرت شریک نہ ہوتے بلکہ حضرت کے خلفاء میں سے کوئی صاحب تقریر فرماتے، مختصر دعا کے بعد یہ مجلس ختم ہو جاتی۔

ظہر کے بعد اعلان ہو جاتا کہ سنتوں کے بعد ختم خواجگان ہو گا جس

---

[1] ذکر و اعتکاف میں مروجہ بدعات ص ۳۶

[2] اکابر کا رمضان ص ۳۴

کو طریقہ معلوم ہے آگے پڑھیں، بقیہ حضرات درود شریف پڑھتے رہیں پھر ذکر ہوگا۔ جن کو کسی شیخ سے ذکر بالجہر کی اجازت ملی ہے وہ ذکر کریں اور باقی حضرات اپنے معمولات میں لگے رہیں، مولانا عبدالحفیظ مکی بالجہر دعا مانگتے۔

دعا کے بعد لوگ ذکر کے لیے قبلہ رو ہو کر ذکر کرتے۔ کچھ لوگ دوازدہ تسبیح کا ذکر بالجہر کرتے کہ مسجد گونج جاتی۔[1]

[1] **بعض صوفیاء کے مجالس ذکر قائم کرنے کی بحث**

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

جہاں تک سوال میں بعض صوفیائے کرام کی طرف سے مجالس ذکر قائم کرنے کی نسبت کا تعلق ہے (جیسا کہ سوال کے ساتھ منسلک رسالہ میں بعض حوالے مذکور ہیں) تو اس سلسلہ میں سمجھ لینا چاہیے کہ اولاً تو اہلِ حق محقق صوفیاء سے آج کل کی طرح کی ان مروجہ مجالسِ ذکر کا جواز و ثبوت نہیں۔ (خالی ذکر بالجہر اور بغیر تداعی کے اپنا اپنا ذکر کرنے کا معاملہ الگ ہے)

اور اگر کسی سے مجالس ذکر کا ثبوت بھی مل جائے تو ان مجالس ذکر کی حالت آج کل کی طرح کی عام مروجہ مجالسِ ذکر سے بالکل مختلف تھی۔

ان میں نہ تداعی اور اس طرح کی کوئی دوسری غیر شرعی قید تھی، نہ ان کے عبادت مقصودہ ہونے کا عقیدہ تھا، اور نہ ہی دوسرے مروجہ منکرات و مفاسد کا وجود تھا۔ جیسا کہ آج کل کی رائج شدہ دوسری بے شمار مسلّمہ بدعات کی حالت ہے کہ ابتداء میں ان کی یہ حالت نہ تھی۔

مگر اب جبکہ مجالس ذکر کا یہ سلسلہ عام ہو گیا ہے اور ان میں کئی مفاسد و خرابیاں شامل ہو گئی ہیں۔ بلکہ عموماً اور اکثر و بیشتر اہل بدعت کا تقریباً شعار بن گئی ہیں۔ تو وہ خواص اور مقتداء حضرات جو کہ نیک نیتی اور تھوڑے بہت عملی یا اعتقادی فرق کے ساتھ مجالس ذکر منعقد کرتے ہیں ان کو بھی ان سے پرہیز کرنا لازم ہوگا۔ کیوں کہ جو طریقہ خود غیر مشروع ہو اور مزید براں اس سے اہل باطل کو تقویت پہنچتی ہو اور ان کے عمل کی تائید ہوتی ہو یا ان کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہو یا خالی الذہن عوام کے عقیدہ و عمل کے فساد کا باعث بنتا ہو اس کام سے خواص اور مقتداء حضرات کو بھی بچنا لازم ہو جاتا ہے۔

خط کشیدہ عبارت سے معلوم ہوا کہ معتکفین کے لیے ذکر بالجہر کی کوئی پابندی نہ تھی بلکہ اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق ذکر کرنے میں آزاد تھے۔

عصر کے بعد والی مجلس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ فرماتے تھے اس ناکارہ کا معمول تیس سال سے یہ ہے کہ عصر کی بعد کی مجلس میں اپنے اکابر کے سوانح یا ان کے ملفوظات یا عام فہم تالیف سنا کرتا ہوں۔ جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس وقت مہمانوں کے علاوہ تیس چالیس تو اوسطاً ہوتے ہیں، مقامی حضرات بھی ملنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ جن کی وجہ سے میرا جی چاہتا ہے کہ ان اکابر کے جواہرات میں سے کچھ ان کے کان میں بھی پڑ جائے جو ان کی دارین کے لیے مفید ہو، وعظ و نصیحت تو ناکارہ کو آتا نہیں، اِدھر اُدھر کی فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ میرے اکابر کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل و کرم سے اتباع کا

چناں چہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ تحریر فرماتے ہیں، جو کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا محدثؒ مدنی کے مرشد ہیں:

”مستحب کو واجب جاننا بدعت ہے۔ اور جس دوامِ فعل خواص سے عوام کو یہ امر پیدا ہو وہ امر خواص کو اعلان و دوام سے کرنا مکروہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ سبب مذموم کا مذموم ہے۔“ (براہین قاطعہ ص۲۴۹، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

”پس ظاہر ہو گیا کہ فعل خواص کا جو عوام کی خرابی کا باعث ہو وہ مکروہ ہوتا ہے۔“ (براہین قاطعہ ص۲۵۰۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص۱۴۶)

وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔

تراویح کے بعد اعلان ہوتا تھا کہ پہلے سورۃ یٰسٓ کا ختم ہو گا، پھر دعا ہو گی۔ مولانا عبد الحفیظ صاحب باآواز بلند دعا کراتے، دعا کے بعد درود و سلام کی چہل حدیث، اکابر کا رمضان اور فضائل رمضان میں سے کوئی کتاب پڑھی جاتی۔

شب بیداری

ساری رات جاگنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی تھی دو دو یا چار چار کی جماعت بنا کر نفل میں قرآن پاک سننے سنانے کا معمول تھا ان کے علاوہ لوگ تلاوت کلام پاک ذوق و شوق سے کرتے تھے۔

مسجد کا پورا صحن انہی حضرات سے بھرا ہوتا تھا، کچھ لوگ تنہا نفل پڑھتے، کچھ لوگ جماعت سے نفل ادا کرتے، کچھ تلاوت میں مشغول ہوتے، کوئی دعا اور تضرع وزاری میں اور کوئی ذکر و تسبیح میں مست ہوتا۔[1]

[1] اکابر کا رمضان ص ۷۹ تا ۸۴، از مولانا عدا العظیم ندوی مظاہری

"حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا اعتکاف اجتماعی نہ تھا" اس کے دلائل

(۱) عصر کی بعد کی مجلس میں اپنے اکابر کے سوانح یا ان کے ملفوظات یا عام فہم تالیف سنا کرتا ہوں۔ جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس وقت مہمانوں کے علاوہ تیس چالیس تو اوسطاً ہوتے ہیں، مقامی حضرات بھی ملنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ جن کی وجہ سے میرا جی چاہتا ہے کہ ان اکابر کے جواہرات میں سے کچھ ان کے کان میں بھی پڑ جائے جو ان کی دارین کے لیے مفید ہو، وعظ و نصیحت تو ناکارہ کو آتا نہیں، اِدھر اُدھر کی فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

(۲) ظہر کی نماز ختم ہوتے ہی اعلان ہو جاتا کہ سنتوں کے بعد ختم خواجگان ہو گا جس کو طریقہ معلوم ہے آ کے پڑھیں، بقیہ حضرات درود شریف پڑھتے رہیں پھر ذکر ہو گا۔ جن کو کسی شیخ سے ذکر بالجہر کی اجازت ملی ہے وہ ذکر کریں اور باقی حضرات اپنے معمولات میں لگے رہیں۔

(۳) مسجد کا پورا صحن شب بیداری کرنے والے حضرات سے بھرا ہوتا

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

تھا۔ کچھ لوگ تنہا نفل پڑھتے، کچھ لوگ جماعت سے نفل ادا کرتے، کچھ تلاوت میں مشغول ہوتے، کوئی دعا اور تضرع وزاری میں اور کوئی ذکر و تسبیح میں مست ہوتا۔

(۴) جن کو ذکر بالجہر کی اجازت ہے وہ ذکر بالجہر کرتے باقی حضرات تسبیحات اور معمولات میں مشغول رہتے۔

(۵) حضرت شیخ بار بار فرماتے جتنا جی چاہے ساتھی سوئیں اور کھائیں لیکن باتیں نہ کریں کہ یہ سب سے زیادہ مضر ہے۔ اس کی باقاعدہ اجازت حاصل ہے کہ معتکفین نماز کے اوقات کے علاوہ جس وقت چاہیں سوتے رہیں، دوسرا ان کی نیند میں مخل نہ ہو۔

حضرت اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"اپنے یہاں کے ہجوم کے متعلق آپ کو معلوم ہو گا کہ میں کئی سال سے مولوی منور اور مفتی محمود وغیرہ خصوصی احباب سے بار بار یہ سوال کرتا تھا کہ اس میلہ سے جو رمضان میں یہاں لگتا ہے فائدہ زیادہ ہے یا نقصان"۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف کے لیے اجتماع کی تداعی نہ ہوتی تھی۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

حضرت شیخ کے ایک اجتماع کی روئیداد

باسمہٖ تعالیٰ و تقدس

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

امابعد! بندہ عبدالحمید مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان مدرسہ دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ (جولائی ۱۹۸۰ء) میں اعتکاف بیٹھا، حضرت اقدس مولانا مفتی زین العابدینؒ کے زیر اہتمام مدرسہ کی جامع مسجد میں اعتکاف کا بندوبست اس طرح تھا کہ:

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

(۲) حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند

(۳) حضرت مولانا .... شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ .... مراد آباد ہندوستان

(۴) حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ کے داماد

(۵) حضرت شیخ الحدیثؒ کے قائم مقام نوجوان شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور

(۶) حضرت شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ العالی

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

(۷) حضرت شیخ الحدیثؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ'

(۸) جناب حضرت صوفی محمد اقبال صاحبؒ

(۹) حضرت مولانا محمد احسان صاحب رائے ونڈ لاہور

اور دیگر حضرات مختلف ممالک اور اندرون ملک سے تشریف فرما تھے۔

"روزانہ کے معمولات" میں سے چند یہ تھے:

(۱) روزانہ مسجد میں بعد از نمازِ ظہر چند روز تک حضرت مولانا محمود الحسن صاحب بیان فرماتے رہے جو آدھ گھنٹے سے کم ہوتا تھا۔ کچھ دن دوسرے حضرات کا بیان ہوا۔

(۲) مراد آباد کے شیخ الحدیث روزانہ چہل حدیث کی تلاوت کرتے جو کہ اونچی آواز سے ہوتی تھی۔

(۳) ایک وقت میں جو کہ عشاء کے بعد ہوتا حضرت شیخ الحدیثؒ مسجد میں موجود کینٹین کا دروازہ کھلنے پر ویل چیئر پر تشریف رکھتے، ہم زائرین زیارت کرتے رہتے تھے۔ اس دوران حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی مدظلہ' درس حدیث دیتے تھے۔ بعض اوقات حضرت شیخ الحدیثؒ بھی بیان فرماتے۔ ایک بار حضرت

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

شیخ الحدیث صاحبؒ نے بخاری شریف کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی مبسوط تشریح فرمائی تھی اور اس دوران امام بخاریؒ کی خواب مین ملاقات اور گفتگو کا ذکر فرمایا تھا۔

(۴) روزانہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد احسان صاحب (رائے ونڈ لاہور) اعلان فرماتے کہ حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ معتکفین حضرات جتنا چاہیں کھائیں، پییں، جتنا چاہیں نیند کریں لیکن ایک چیز کا ضرور خیال کریں کہ آپس میں باتیں نہ کریں۔

(۵) بعد از مغرب اور بعد از تراویح تمام معتکفین انفرادی اعمال میں آزادی سے عمل کرتے، کوئی نماز میں، کوئی تلاوت میں، کوئی سونے میں ہوتا، کہیں دو دو چار چار آدمی نفلی جماعت میں ہوتے۔

(۶) ایک بار بندہ کے مشفق و مہربان استاد حضرت اقدس حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب زیدہ مجدہ (مہتمم و بانی جامعہ خالد بن ولیدؓ ٹھنگی کالونی وہاڑی) تشریف لائے اور بندہ کو فرمایا کہ دو رکعت نفل اس طرح پڑھیں کہ تو امام بن جا۔ بندہ نے حکم مانتے ہوئے دو رکعت میں سورۃ البقرہ مکمل پڑھ لی، سلام پھیرنے پر حضرت استاد مکرم نے تھکان کا نام تک نہ لیا۔ غرضیکہ انفرادی اعمال اس

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

طرح سرانجام دیے جاتے تھے۔

(۷) کسی عمل کے لیے مسجد میں تداعی یا اعلان نہ ہوتا تھا، بیک وقت کئی اعمال ہوتے رہتے۔

(۸) چند مخصوص راتوں میں رات گئے جب ہجوم کم ہو جاتا تو حضرت شیخ الحدیثؒ مخصوص حضرات کو صحاح ستہ پڑھانے کی اجازت بھی مرحمت فرماتے تھے۔ انہی راتوں میں ایک رات میں بندہ کے مربی و محسن پیر و مرشد حضرت استاد مکرم حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحبؒ شیخ الحدیث مدرسہ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا کی مہربانی اور توجہ سے جہاں اور حضرات کو صحاح ستہ پڑھانے کی تحریری اجازت عنایت فرمائی جن میں حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب (مہتمم دار العلوم کبیر والا) حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامیؔ (شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان) بھی شامل تھے، بندہ کو حضرت اقدس مولانا عبد الحفیظ مکی مدظلہٗ کے دست مبارک سے رات کو دو بجے تحریری اجازت نامہ عنایت فرمایا گیا۔ جس کو گزشتہ دنوں بندہ نے حضرت اقدس حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی کو اس وقت دکھایا جب وہ حضرت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اقدس حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ وزیدہ مجدہ (مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان) کی صاحبزادی کے عقد نکاح کی مجلس میں شرکت کے لیے جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہمان خانہ میں تشریف فرما تھے۔

(۹) حضرت شیخ الحدیثؒ اور دیگر تمام حضرات نے نماز عید الفطر دارالعلوم فیصل آباد میں پڑھی تھی۔ نماز کے بعد بندہ نے دیکھا کہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند نے مصافحہ کرنے والے لوگوں سے مصافحہ نہیں فرمایا۔ شاید عید ملن سے اجتناب فرمایا۔

(۱۰) معتکفین سے مسجد کا ہال اور بالائی حصہ دونوں بھر گئے تھے، معتکفین کے طعام کا بندوبست مدرسہ میں تھا۔ ہم نے سنا تھا کہ مدرسہ کی طرف سے نہ تھا بلکہ کسی مخیّر کی طرف سے تھا۔ کیا ہی خوب تھا وہ رمضان المبارک۔

کتبہ عبدالحمید عفی عنہ

۱/ ٦/ ۱۴۳۳ھ

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اعتکاف کی مجلس میں نعت خوانی سے منع کردیا

(۱) مغرب و عشاء کے درمیان چند احباب اور بھی حاضر باش تھے تو بسمل نامی ایک بہت ہی اچھے نعت خوان تشریف لائے اور حضرت کو نعت سنانے کی درخواست کی تو حضرت نے انکار فرمادیا اور فرمایا بدعات اسی طرح شروع ہوا کرتی ہیں۔ عرس کی ابتداء بہت اچھی تھی وہ یہ کہ جب کسی شیخ کا انتقال ہو جاتا تو ان کے خلفاء اور متوسلین مشورہ کرتے کہ سال میں ایک مرتبہ جمع ہوں اور جگہ شیخ کے مزار کی تجویز ہوتی اور تاریخ شیخ کے وصال کی متعین ہوتی کہ سب کو یاد رہے یہ ابتداء تھی اور اب عرسوں کا کیا حال ہے۔

خادم اہل السنت حافظ عبدالوحید

(۲) مدینہ پاک میں عصر کے بعد عمومی مجلس ہوا کرتی تھی، ایک دفعہ جناب عبدالعزیز شرقی صاحب جو کہ مشہور شاعر اور نعت خوان ہیں مجلس میں تشریف لائے تو مولانا عبدالرزاق صاحب مراد آبادی نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت، شرقی صاحب موجود ہیں اور نعت بڑی اچھی پڑھتے ہیں حضرت کو کچھ سنانا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا "نہ بھئی نہ"

اجتماعی اعتکاف کا سب سے پہلا تعارف

اجتماعی اعتکاف کا سب سے پہلے تعارف صوفی محمد اقبال صاحب [1]

[1] شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدنیؒ ۲۵ مئی ۱۹۸۲ء کو مدینہ منورہ میں وفات پا گئے تھے۔ اس کے بعد صوفی محمد اقبال صاحب نے محمد علوی مکی مالکی بریلوی سے بیعت کر لی اور مکی مالکی بریلوی نے صوفی محمد اقبال صاحب کو سلسلہ شاذلیہ میں خلافت بھی عطا کر دی تھی۔

چناں چہ صوفی محمد اقبال صاحب "ایک مغالطہ اور شرارت کی وضاحت میں" لکھتے ہیں:

جب میں یتیم ہو گیا (یعنی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی وفات کے بعد) تو اپنی ضرورت سمجھتے ہوئے حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحب، حضرت مولانا علی میاں صاحب اور دیگر بزرگوں سے بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے قبول نہیں فرمایا۔ پھر انہیں وجوہات سے جن کی وجہ سے حضرت شیخ سے بیعت ہوا تھا، وہ جب اپنی سمجھ کے مطابق ایک بزرگ میں دیکھیں تو اِن سے بیعت ہوا۔ ان کو میلاد وغیرہ رسومات کرتے دیکھا...... حضرت صاحبزادہ محمد علوی صاحب...... کی تصانیف پڑھنے کا موقعہ ملا اور یتیم مفلس کو تو جہان میں کوئی سہارا نظر آئے تو اس کی طرف لپکتا ہے۔ صاحب دولت حضرات کو اس کی کیا ضرورت ان کی استعداد اعلیٰ اور پختہ ہی ہو گی کہ وہ عالمِ برزخ سے بھی حاصل کر رہے ہوں گے، ان کو مبارک ہو لیکن بندہ کو تو ضرورت ہے۔......

چناں چہ الحمدللہ شاذلیہ سے ربط کے بعد کرنے والے الحکم پہلے سے زیادہ سمجھ آنے لگے، زیادہ لطف آنے لگا، جس کی مجھے ضرورت تھی۔ اس طرح کی بیعت کے لیے بالفرض اگر مجھے روزانہ نئے نئے ملتے رہیں تو بس روزانہ ایک بیعت کرنے کو تیار ہوں...... بہر حال مختصر یہ کہ یہ میرا مسلک ہے۔ (مکتوب صوفی محمد اقبال صاحب مطبوعہ ماہنامہ حق چار یار لاہور)

محمد بن علوی مکی مالکی علوی کون ہیں

مولانا محمد بن علوی مالکی مولانا احمد رضا خان کے بڑے مداح ہیں۔ مولانا سید محمد علوی مکی مالکی کو مولانا احمد رضا خان بریلوی کے صاحبزادہ مولانا مصطفیٰ خان صاحب نوری سے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ (جہانِ رضا رسالہ ص ۱۷، فروری ۱۹۹۶ء)

(۲) محمد بن علوی مکی مالکی کو مولانا ضیاء الدین احمد قادری بریلوی سے سند حدیث حاصل ہے۔ جو کہ

مولانا شاہ احمد نورانی بریلوی کے سسر تھے جبکہ شاہ احمد نورانی جمعیت علمائے پاکستان (نورانی گروپ) کے صدر رہتے تھے۔ (جہان رضا فروری ۱۹۹۲ء، ص ۱۷)

(۳) مولانا محمد بن علوی مکی مالکی بریلوی کی ضخیم کتاب "مفاہیم" کا ترجمہ "اصلاح مفاہیم" کے نام سے پاکستان میں ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ مولانا عبدالحفیظ مکی، صوفی محمد اقبال صاحب، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب شروع میں تو غالباً دیوبندی مسلک سے متفق تھے لیکن بعد ازاں (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی وفات کے بعد) وہ بریلویت کی طرف مائل ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ جب "مفاہیم" کو انہوں نے اپنے تبدیل شدہ مسلک کے مطابق پایا تو پھر انہوں نے "اصلاح مفاہیم" کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ اور اس بریلویت کے داعیہ کی بنا پر رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" شائع کیا۔ ("اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب" باب ۲، ص ۲۰۹۔ از مولانا قاضی مظہر حسین صاحب)

صوفی محمد اقبال صاحب مکی مالکی کے مرید اور خلیفہ ہیں

ہمارے مذکورہ تجزیہ کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ صوفی محمد اقبال صاحب موصوف جن کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ وہ حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری) کی وفات کے بعد مولانا محمد بن علوی مکی مالکی سے بیعت ہو گئے اور شاذلی سلسلے میں ان سے خلافت بھی حاصل کر لی۔ لیکن مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے جناب مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زیر مجد ہم کو اپنے مکتوب محررہ ۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء میں یہ لکھا ہے:

آں مخدوم نے دوسرے اور تیسرے خط میں حضرت صوفی صاحب کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے کہ وہ سید محمد علوی مالکی سے بیعت ہو گئے ہیں۔ تو اس بارے عرض ہے کہ اس سیاہ کار کے علم کے مطابق تو سید محمد علوی کسی کو بیعت ہی نہیں کرتے۔ اس سیاہ کار نے ایک دفعہ صراحتاً ان سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں کسی کو بیعت نہیں کرتا۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کو سلسلہ شاذلیہ میں اجازت و خلافت دی ہے۔...... الخ (مکتوب عبدالحفیظ مکی بنام مولانا محمد یوسف لدھیانوی)

تبصرہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی چوں کہ مولانا مکی کو بدعتی سمجھتے ہیں اس لیے انہوں نے بطور شکوہ یہ لکھا ہو گا کہ ان سے جناب مولانا نے کیوں بیعت کی؟ اور بالفرض اگر انہوں نے بیعت نہیں کی تو خلافت تو حاصل کر لی۔ محمد بن علوی مکی مالکی شیخ تو بن گئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ صوفی محمد اقبال صاحب نے ایک مفصل مکتوب میں اعتراف کیا ہے کہ وہ محمد بن علوی مکی مالکی سے بیعت ہو گئے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مرحوم خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیثؒ سے ہوا۔ جب انہوں نے نظام بنا کر جامعہ خیر المدارس کی مسجد میں ایک ماہ اعتکاف کا اعلان کیا اور اس سے مقصد بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جامعہ خیر المدارس کے رئیس الافتاء مفتی عبدالستار صاحب مرحوم کا استناد حاصل ہو جائے اور اس اجتماع میں بعض اساتذہ خیر امدارس نے بھی شرکت کی۔ جامعہ خیر المدارس کے صدر مدرس مولانا محمد شریف مرحوم نے اس کو بدعت قرار دے کر اس رمضان المبارک میں جامعہ میں آنا چھوڑ دیا تھا۔

اوپر بیان کیا گیا کہ حضرت شیخ کا اعتکاف اجتماعی نہ ہوتا تھا بلکہ حضرت کی محبت میں معتکفین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو جاتے تھے اس میں حضرت شیخ مرحوم کا اجتماعی اعتکاف کا ارادہ نہ ہوتا تھا البتہ اتنے مجمع کو نفع پہنچانے کے لیے دستور العمل تجویز کر لیا گیا تاکہ آنے والوں کو فائدہ پہنچے۔ اس اعتکاف میں نہ سب کو ایک ہی معمول میں پابند کیا جاتا اور نہ ہی اختیاری عبادت کرنے والوں کو روکا جاتا۔

آخر ان خلفاء نے مجاہدہ والا طریقہ کیوں اختیار نہیں کیا؟

حضرت کے دونوں قسم کے اعتکافات کی مثالیں ذکر کر دی ہیں تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ حضرت شیخ کے اعتکاف کے اجتماع میں نہ دعوت ہوتی تھی اور نہ ہی تداعی ہوتی تھی۔

تھے۔ صوفی محمد اقبال صاحب کا یہ مکتوب گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اب اس دستور العمل کو معمول قرار دے کر اجتماعی اعتکاف جاری کرنا بدعت ہے۔ کیوں کہ اعتکاف کی صحت و قبولیت کے لیے اجتماع شرط نہیں اور نہ ہی ضرورت ہے اور شریعت میں غیر ضروری کو ضروری قرار دینا بدعت ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ مامور بہٖ معمولات انبیاءؑ (یا خیر القرون کے اعمال) ہیں، کسی امتی کے معمولات مامور بہٖ نہیں۔

ان اجتماعی اعتکاف کے رواج اور اس بدعت کی ترویج سے بچانے کے لیے بندہ نے یہ تحریر درج کی ہے تا کہ بدعت کے فتنہ سے محفوظ ہو کر امت سنت پر عامل ہو جائے۔[1]

خادم السنۃ حافظ عبد الوحید الحنفی

علماء کی آراء

مفتی محمد اسحاق صاحب دامت برکاتہم
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الحمد للہ وحدہ و الصلوٰۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد! بندہ محمد اسحاق مفتی خیر المدارس ملتان نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تحریر کردہ رسالہ الموسومہ ”اجتماعی اعتکاف

[1] ذکر و اعتکاف میں مروجہ بدعات ص ۳۵، مؤلفہ مولانا محمد صدیق صاحبؒ

یا مجمع اعتکاف" ابتداء سے آخر تک پورے غور و خوض سے پڑھا، الحمدللہ جس مقصد اور موضوع پر رسالہ کو تحریر کیا گیا ہے، نہایت عمدہ، آسان اور مدلل طریقہ کے ساتھ موضوع کو تمام جزئیات سمیت قلمبند کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی حصہ اور جز کو متاخرین کے لیے قابلِ تشنہ نہیں چھوڑا جس پر متاخرین کے لیے قلم اٹھانے کی ضرورت پڑے۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

مفتی محمد عیسیٰ صاحب دامت برکاتہم
جامعہ فتاح العلوم گوجرانوالہ

بخدمت استاذ العلماء مکرمی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا مسودہ اجتماعی اعتکاف یا مجمع اعتکاف پڑھا۔ احیائے سنت اور ردِ بدعت کے سلسلے میں یہ ایک اچھی کوشش ہے۔ جزاک اللہ خیرا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ درخواست ہے کہ تمہید میں طوالت ہو گئی ہے، اسے مختصر کریں اور اصل مقصد میں سہل تعبیر اختیار فرمائیں۔ راقم الحروف نے کچھ تصحیحات تحریر کی ہیں ان پر غور فرمالیں۔

والسلام

محمد عیسی عفی عنہ جامعہ فتاح العلوم

(دار الافتاء)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مفتی اصغر علی صاحب دامت برکاتہم
دار العلوم کراچی

باسمہٖ تعالیٰ:...... جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت فیوضھم نے اجتماعی اعتکاف کے بارے میں ایک طویل مضمون تحریر فرمایا ہے۔ ابتداء میں سنت اور بدعت کی تعریف اس کی اقسام اور آخر میں چل کر ثابت کیا ہے کہ اجتماعی اعتکاف بدعت ہے جو کہ واجب الترک ہے۔ بندہ کی نظر میں مضمون درست ہے۔ حضرت مولانا عبد الرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم سے گزارش ہے کہ اس مضمون کو ملاحظہ فرما کہ اس کی تصدیق و تائید فرمائیں، اگر کوئی سقم ہو تو اس کی اصلاح فرمادیں۔

اصغر علی ربانی

مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم
دار العلوم کراچی

مکرمی و محترمی جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب

دامت برکاتہم العالیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

امید ہے مزاج گرامی بخیریت ہوں گے۔

اجتماعی اعتکاف سے متعلق آپ کے مضمون کا مطالعہ کیا، اس میں اجتماعی اعتکاف سے متعلق اس حد تک بات درست ہے کہ اگر اجتماعی اعتکاف میں کوئی شرعی منکر شامل ہو یا حدود شرعیہ سے تجاوز ہو تو یہ ممنوع ہو گا۔ اسی طرح اگر اجتماعی اعتکاف کو انفرادی اعتکاف سے افضل سمجھا جانے لگے یا پورے ماہ کے اعتکاف کا اس طرح التزام کیا جائے کہ جس سے پورے ماہ کے اعتکاف کو مسنون سمجھا جانے لگے تو اس صورت میں منع کیا جائے گا۔ لیکن اس مضمون میں مطلقاً یہ مفہوم ہوتا ہے کہ انفرادی عبادت کو اجتماعی طور پر کرنا مطلقاً احداث فی الدین ہے اور اجتماعی اعتکاف اس میں داخل ہے۔ تو یہ بات محلِ نظر ہے اور ہمیں درست معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اجتماعی اعتکاف کے حکم میں دو شقیں ہونی چاہییں کہ اگر ایسا اعتکاف ہر قسم کے مفاسد اور منکرات سے خالی ہو تو فی نفسہٖ جائز ہے اور اگر اس میں منکرات و مفاسد پائے جائیں تو جائز نہیں۔ لہٰذا اجتماعی اعتکاف کے اطلاق کو مذکورہ بالا قیودات کے ساتھ مقید کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں دار الافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے ایک فتویٰ کافی عرصہ پہلے جاری ہوا تھا، اس کی بھی ایک عدد فوٹو کاپی منسلک ہے۔ اس کا خلاصہ بھی یہی ہے جو اوپر لکھا

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

گیا ہے۔ والسلام

بندہ عبدالرؤف سکھروی

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

یکم شعبان ۱۴۳۲ھ۔ ۴ جولائی ۲۰۱۱ء

مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب دامت برکاتہم
رئیس شعبہ الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

حامداً و مصلیاً و مسلماً: ...... ماضی قریب میں بعض منتسب اہل حق نے دیوبندی، بریلوی اتحاد کی غرض سے یا بریلویت کو قریب کرنے کے لیے عرس، میلاد وغیرہ کے ساتھ مجالس ذکر بالتداعی کا بھی اہتمام شروع کیا، تو نبض شناسان امت نے ان امور کو اہل بدعت کی تائید خیال کر کے بروقت سخت تعاقب کیا، جن میں قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ، حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحبؒ اور جامعہ خیر المدارس کے صدر مفتی اور حضرت شیخ الحدیث زید عافیۃ بھی تھے۔

مفتی محمد رضوان صاحب راولپنڈی والوں نے اجتماعی ذکر کی مجلسوں

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کا شرعی حکم اور مفتی عبدالواحد صاحب نے مروجہ مجالس ذکر و درود کا شرعی حکم نامی کتابچہ لکھا۔

اہل حق کے بروقت اور سخت گیر تعاقب کی وجہ سے بعض حضرات برائے نام بعض مسائل سے رجوع نامہ شائع کرنے پر مجبور ہوئے۔ اگرچہ بہت سے حساس حضرات نے اس رجوع کو رجوع ماننے سے انکار کر دیا مگر ذکر بالتداعی اور اعتکاف بالتداعی کی مرض ہمارے حلقوں میں کہیں بریلویت کو قریب کرنے کی خاطر اور کہیں سلسلے کی اشاعت کے نام سے روز بروز روبترقی ہے۔ بعض مقامات پر ثقہ راویوں سے معلوم ہوا کہ وعظ کے بعد اجتماعی ذکر ہوا اور پورے مجمع کو مخصوص کلمات کہلوا کر اعلان کیا کہ تم اب ہمارے سلسلے میں داخل ہو چکے ہو۔ حالاں کہ حاضرین میں دوسرے سلاسل تصوف کے لوگ بھی موجود تھے۔ رفتہ رفتہ ان اجتماعی مجالس کے اثبات کے لیے کتابیں بھی شائع ہونا شروع ہو گئیں۔ بعض حضرات نے عوامی قبولیت کو بھی اس کی دلیل بنانا شروع کیا مگر یہ سب کچھ اکابر کے مزاج کے خلاف ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے سندِ صحیح سے روایت ہے کہ البرکۃ فی اکابر کم (السراج المنیر ج۳، ص۱۸) کسی درد دل رکھنے والے نے اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا

خادم اہلسنت حافظ عبدالواحد الحنفی

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

ہمارے استاد محترم حضرت مولانا مختار احمد صاحب نور اللہ مرقدہ فاضل مظاہر العلوم سہارنپور نے ایک دفعہ دیوبندی اور بریلوی مزاج میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ علماءِ دیوبند عوام کو اپنی یعنی اصولِ شریعت کی طرف لانے کی کوشش کرتے ہیں اور بریلوی حضرات عوام کے پیچھے لگ کر ان کے رسم ورواج کو دین بنا دیتے ہیں۔ مگر آج علماء دیوبند کا نام لینے والے بھی عوامی رسم و رواج کے پیچھے چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ایک شبہ کا جواب

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس طریق کار سے بہت سے اثرات مرتب ہونے شروع ہو جاتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر مقصد کے لیے کچھ اسبابِ خیر اور کچھ اسبابِ شر پیدا کیے ہیں۔ مقصد کا حصول دونوں طریقوں سے میسر آتا ہے لیکن خیر اور شر کا فرق باقی رہتا ہے۔ مثلاً اگر بھوکا شخص چوری کا کھانا کھالے تو بھی بھوک کا ازالہ ہو جائے گا مگر حصولِ مقصد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چوری جائز ہے۔اس لیے ہم ان اسباب کے

مکلّف ہیں جن کے پیچھے ادلہ شرعیہ کی قوت ہو، اگرچہ اس پر بظاہر کوئی ثمرہ مرتب ہوتا نظر نہ آئے تو وہ کارِ خیر ہے۔ اس کے خلاف اگر ہزار روشنیاں بھی نظر آئیں تو اس کا خیر کے ساتھ تعلق نہیں ہو گا۔

- حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ اکابر اہل سنت دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجلس قائم نہیں کی اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی مجالس کرائی ہیں۔ (حق چاریار مولانا جہلمی نمبر ص ۷۸)
- ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کی مجلس ذکر معروف تھی مگر ان کے خلیفہ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ اپنے متوسلین کو ذکر، وظیفہ کی تلقین و تاکید تو فرماتے تھے لیکن ملک میں مروجہ مجالس ذکر کے طریق پر آپ نے کبھی مجلسِ ذکر نہیں کرائی۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے حضرت شیخ لاہوریؒ کی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مجلس ذکر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے کہا کہ میں صرف ایک مرتبہ شیر انوالہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے کبھی بھی مجھے یہ نہیں فرمایا کہ مجلس ذکر میں کیوں حاضر نہیں ہوئے اور نہ خلیفہ مجاز بنانے کے بعد کبھی حضرت نے مجلس ذکر منعقد کرنے کا حکم دیا ہے اور جہلم میں حضرت کئی دفعہ تشریف لائے ہیں لیکن وہاں کبھی حضرت نے مجلس ذکر نہیں کرائی۔

- مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ بھی حضرت لاہوریؒ سے بیعت تھے۔ میں نے ان سے بھی مجلس ذکر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضرت ہم بریلویوں کے جماعتی ذکر جہر کی مخالفت کرتے ہیں لیکن حضرت خود بھی مجلس ذکر کرتے ہیں اور ذکر جہر کراتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ ہم تعلیم کے لیے ذکرِ جہر کراتے ہیں۔ (حق چار یار حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمیؒ نمبر ص ۷۵)

نیز حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت لاہوریؒ نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کر دیا تھا۔ حالاں کہ حضرت کا مزاج

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درس قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔ مجلس ذکر موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔[1]

اپنی ہی جماعت کی حدود شرعیہ سے تجاوز کا احساس کرتے ہوئے نمونۂ اسلاف، حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت فیوضہم (اللہ تعالیٰ ان کو امراض و آلام سے نجات عطا فرما کر دین کی خدمت کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائیں) نے اصلاحِ احوال کی خاطر یہ مضمون لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اَزْ دِلْ خَیْزَدْ، بَرْ دِلْ رِیْزَد کا مصداق بنائیں اور اصلاحِ احوال کا ذریعہ بنائیں۔ اور حضور ﷺ کے ارشاد گرامی دع مایریبک الی مالا یریبک کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس فرضِ کفایہ کی ادائیگی پر حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین

ایسی ہی بے اعتدالیاں اجتماعی اعتکافات کی صورت میں سامنے آ رہی ہیں۔ اعتکاف کے فضائل ہیں، محل اعتکاف کے فضائل تو منقول ہیں کہ سب سے افضل اعتکاف مسجد حرام میں ہے پھر مسجد

[1] خدام الدین ۱۰ جولائی ۱۹۵۸ء بحوالہ حق چاریار حضرت جہلمیؒ نمبر ص ۷۷،۷۸

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام میں پھر مسجد اقصیٰ میں پھر جامع مسجد میں بشرطیکہ اس میں جماعت ہوتی ہو، اگر جامع مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو تو اپنی مسجد افضل ہے تاکہ خروج کی ضرورت نہ پڑے پھر جس مسجد کے نمازی زیادہ ہوں۔ (شامی ج۲ ص ۴۴۱)

مگر شیوخ کے اعتبار سے فضیلتِ اعتکاف کہیں نظر سے نہیں گزری۔ رمضان میں اپنے اپنے شیوخ کے ہاں رمضان گزارنے کا تو معمول خانقاہوں میں چلا آرہا ہے مگر صرف اعتکاف کی نیت سے اسفار کا معمول چند ایام سے ہی نظر آنے لگا ہے۔ پھر یہاں بھی یہ باتیں نظر آرہی ہیں کہ اوقات عبادت و آرام بھی شیخ کے حکم کے مطابق ہوں اور بعض اوقات جو موجود شیخ کے متعلقین نہیں ان کو بھی جبراً ایسے نظم کا پابند بنایا جاتا ہے یہ تمام چیزیں بھی قابل اصلاح ہیں۔ ان پابندیوں پر بعض اثرات کا مرتب ہونا یہ دلیل نہیں بن سکتی۔ ہر مجاہدے پر کوئی نہ کوئی اثر ضرور مرتب ہوتا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزاج شریعت سمجھ کر اکابر کے ساتھ منسلک رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

بدعت سے بچنے کے لیے ایک ضابطہ

حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَلَالُ بَیِّن وَ الْحَرَامُ بَیِّن وَ بَیْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقٰی الشُّبُهَات فَقَدْ اِسْتَبْرَاءَ لِدِیْنِهٖ و عِرِضِهٖ وَقَعَ فِی الشبهات کراعٍ یَرعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشَکُ اَنْ یو اقعهٗ الله الاو ان لکل مِلِک حِمٰی الاوٰن حمی اللهِ فِی ارضهٖ محارمه[1]

آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ جو شخص مشتبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور عزت بچالی اور جو مشتبہات میں پڑا گویا وہ حرام میں پڑا جیسے چراگاہ کے ارد گرد جانوروں کو چرانے والا قریب ہے کہ چراگاہ میں جاپڑے۔

لَا تَقْضِیَنَّ وَ لَا تَفْصِلَنَّ اِلَّا بِمَا تَعْلَمُ وَ اِنْ اَشْکَلَ عَلَیْکَ اَمْرٌ فَقِفْ حَتّٰی تَبَیِّنَهٗ اَوْ تَکْتُبَ اِلَیَّ فِیْهِ۔ (ابنِ ماجہ شریف ص ٦)

کوئی فیصلہ، کوئی حکم بغیر علم کے صادر نہ کرنا۔ اگر کسی چیز میں اشکال گزرے تو توقف کرنا حتیٰ کہ اچھی طرح روشن پالو یا میری طرف خط لکھو۔

---

[1] بخاری شریف ص ١٣، باب العلم۔ ابنِ ماجہ شریف ص ٢٩٢

حضرت عطیہ السعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ اَن یَّکُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعُ مَا لَا بَأْسَ بِہٖ حَذْرًا لِّمَا بِہٖ بَأْسٌ۔ (ترمذی، ابنِ ماجہ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۲، ج ۱)

بندہ پرہیز گاروں کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ وہ چیزیں نہ چھوڑ دے جن میں کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ وہ ذریعہ بنتی ہیں ایسی چیزوں کا جن میں حرج ہے۔

وابصہ بن معبدؓ آں حضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں

وَ الْاِثْمُ مَا حَاکَ فِیْ صَدْرِکَ وَ تَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ۔[1]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

گناہ وہ ہے جو تیرے جی میں کھٹکے اور تیرے دل میں تردد واقع ہو اگرچہ لوگ فتویٰ بھی دے دیں۔

ان دلائل سے واضح ہوا کہ جو لوگ سنت اور بدعت کی واضح حقیقت کو نہیں پہچان سکتے ان کے لیے صحیح راستہ صرف یہی ہے کہ مشکوک اور مشتبہ کام چھوڑ دیں۔ مثلاً اگر کسی چیز میں شبہ ہو کہ بدعت ہے یا سنت، اسی طرح کسی چیز میں شبہ ہو کہ بدعت ہے یا مستحب، اسی طرح کسی چیز میں شبہ ہو کہ بدعت ہے یا مباح تو ایسی سنت، مستحب یا مباح کام جس میں بدعت کا شبہ ہو اس کو چھوڑنا لازم ہے تاکہ بدعت

---

[1] رواہ احمد والدارمی مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۲، ج ۱

سے بچ سکے۔

امام بخاریؒ نے کتاب البیوع ص ۲۷۵، ج ا بخاری شریف باب تفسیر المشبہات میں دع ما یریبک الیٰ ما یریبک نقل کر کے چند احادیث نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتناب کے بھی مراتب ہیں۔
بعض امور سے اجتناب واجب، بعض سے مستحب ہے۔

(۱) عقبہ بن حارثؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا، ایک دوسری عورت نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے تو حضور ﷺ نے تفریق کا حکم دے دیا۔ حالاں کہ نصابِ شہادت تام نہ تھا۔

(۲) عبد بن زمعہ اور عتبہ بن وقاص نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کے معاملہ میں دعویٰ دار ہو کر حضور ﷺ کے پاس معاملہ لے گئے تو حضور ﷺ نے بیٹا عبد بن زمعہ کو دلا دیا اور سودہ بنتِ زمعہ کو پردے کا حکم دے دیا۔

(۳) شکار کا حکم جس پر کتا بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو اور اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی شامل ہو گیا ہو تو حضور ﷺ نے اس کے کھانے سے منع کر دیا۔

(۴) آں حضرت ﷺ ایک گری ہوئی کھجور پر سے گزرے تو فرمایا کہ اگر صدقہ کی ہونے کا شبہ نہ ہوتا تو کھالیتا۔

لیکن جو شبہ کسی دلیل پر مبنی نہ ہو اس کا ترک ضروری نہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

صاحب پند نامہ نے بھی اس کی تشریح کی ہے۔ فرمایا چیست تقویٰ ترک شبہات و حرام فقہاءؒ نے بھی تصریح کی ہے مشتبہ چیز کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اذا تردد الحکم فی شیء بین کونہ سنۃ و بدعۃ فترکہ لازم

جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو اس کا ترک ہی ضروری ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے

وَمَاتَرَدَّدَبَيْنَ الْبِدْعَةِوَ السُّنَّةِيُتْرَكُ (ص ۱۷۹، ج ۱، طبع مصر)

جو چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو وہ چھوڑ دی جائے گی۔

علامہ شامیؒ ج ۱ ص ۶۰۰، لکھتے ہیں:

اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَ بِدْعَةٍ كَانَ تَرْكُ السُّنَّةِ رَاجِحًا عَلٰى فِعْلِ الْبِدْعَةِ

جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو سنت کا ترک کرنا فعل بدعت پر مقدم ہو گا۔

قاضی ابراہیم صاحب الحنفیؒ فرماتے ہیں جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں شبہ ہو اس کو چھوڑ دے۔ کیوں کہ بدعت کا چھوڑنا ضروری ہے اور سنت (غیر مؤکدہ) کا ادا کرنا ضروری نہیں۔[1]

---

[1] نفائس الازھار ترجمہ مجالس الابرار ص ۱۲۹

عبد الوحید الحنفی

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

دھر چه دراں شبه باشد توقف دراں لازم باشد

اور ہر وہ چیز جس میں شبہ ہو اس میں توقف لازمی ہے۔[1]

اس بناء پر عرض ہے کہ عید کے بعد دعا، اجتماعی اعتکاف، تداعی کے ساتھ ذکر کرنا ان سب کے بدعت اور مباح کے درمیان تردد ہے۔ جب کسی چیز کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو تو اس چیز کا چھوڑنا لازم ہے۔ تو بدعت اور مباح کے درمیان تردد کے وقت مباح کام کا چھوڑنا بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔ فقط والسلام

بندہ محمد صدیق غفرلہٗ

خادم الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان

یکم رجب المرجب ۱۴۳۳ھ[2]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

1 مکتوبات حضرت شیخ بر حاشیہ اخبار الخیار ص ۱۰۰

2 منقول از رسالہ "ذکر و اعتکاف میں مروجہ بدعات" ص ۶۱ تا ۶۳

باب 4

مولانا احمد رضا خان بریلوی کون تھے؟

دور حاضر میں بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب دیوبند کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔ وہ اس طرح کہ مولانا محمد یٰسین صاحب جنھوں نے بریلی میں مدرسہ اشاعت العلوم قائم کیا، یہ ان کے شاگرد ہیں۔ اور وہ حضرت شیخ الہند کے شاگرد ہیں، مگر اسے ظاہر نہیں کرتے۔ اور ابتداء ابتداء میں مولانا محمد یٰسین صاحب کو مولانا احمد رضا خان جو خط لکھتے تھے تو نہایت تعظیم سے لکھتے جیسے کوئی اپنے شیخ کو لکھ رہا ہو۔ بعد میں ان کے خیالات بدلے، کیا بات پیش آئی وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ پھر تو کافر سے ورے کوئی چیز ہی نہیں تھی۔[1]

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

احمد رضا خان صاحب کا اہل سنت کے مخالف عقائد

قرآنِ مجید میں ہر جگہ حاضر ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر ماننے کا عقیدہ

لیکن مولانا احمد رضا خان نے قرآن پاک کی آیت

انا ارسلنک شاھداً (سورۃ فتح)

---

1 خطبات حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب ج ۷، ص ۴۴۸

کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ "بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر"

جبکہ فقہ حنفی کی کتاب بحر رائق میں ہے

اگر اس طرح نکاح کیا کہ دو گواہوں کی جگہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ (حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ کی بنا پر) گواہ بنالیا تو گواہوں کی شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے نکاح نہ ہو گا۔ اور نبی ﷺ کے بارے علم غیب کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

انتہائی تعجب کا مقام ہے کہ جناب صوفی اقبال صاحب سے احمد رضاخان صاحب اور ان کے پیروکاروں کے یہ عقائد مخفی نہ تھے لیکن محمد بن علوی جیسے بدعتی پیر سے انہوں نے کیا تعلق جوڑا کہ ان کی فکر ہی بدل گئی۔ بلکہ دنیا ہی پلٹ گئی۔ اہل بدعت، اہل سنت بن گئے اور جو چیزیں اصل سے ہی بدعت اور ناجائز تھیں وہ بدعت نہ رہیں اور جائز ہو گئیں۔ فیا للعجب! [1]

مولانا رضاخان کا اہل سنت کے مخالف دوسرا عقیدہ

(۲) اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ لیکن اس کے برعکس احمد رضاخان صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ علم غیب اور ہر ہر ذرہ کا علم رسول اللہ ﷺ کو بھی ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

[1] ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب ماہنامہ حق چاریار ص ۲۹، جنوری ۱۹۹۵ء

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

"روزِ اوّل سے روز آخر تک سب ما کان و یکون انہیں یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بتایا" (انباء المصطفیٰ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہمیشہ ہمیش سے لے کر قیامت کے دن تک ذرے ذرے کے واقعات و حالات بتادیے۔ یعنی اس مدت سے متعلق جتنا علم اللہ تعالیٰ کو ہے وہ سارا کا سارا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دیا ہے۔

(۲) اسی عقیدہ کو احمد رضا خان صاحب نے اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے:

"ہمارے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم...... کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیامہ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔" (انباء المصطفیٰ)

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۳) اسی عقیدہ کو احمد رضا خان کے خاص شاگرد امجد علی نے اپنی کتاب بہارِ شریعت میں لکھا ہے کہ

"اللہ عزوجل نے انبیاءؑ کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیشِ نظر ہے"

جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ط وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (پ۲۱، سورہ لقمان، آیت ۳۴)

اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی۔ بیشک خدا ہی جاننے والا اور خبر دار ہے

یہ پانچ غیب کی باتیں وہ ہیں جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریح کی ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

عقیدہ کرنا کہ انبیاءؑ سب غیب جانتے تھے، شرک قبیح و جلی ہووے گا۔ معاذ اللہ۔ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسد سے نجات دیوے آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہوا۔[1]

مولانا احمد رضا خان کا اہل سنت کے خلاف تیسرا عقیدہ

احمد رضا خان اپنی کتاب "الامن و العلی" میں لکھتے ہیں:

احکام شریعت حضور سید عالم ﷺ کو سپرد ہیں۔ جو بات چاہیں ناجائز فرمادیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔ (الامن والعلیٰ)

(۲) احمد رضا خان اپنی کتاب برکات الامداد میں لکھتے ہیں:

حضور ﷺ ہر قسم کی حاجت روائی فرماسکتے ہیں۔ دینا و آخرت کی

---

1 فتاویٰ رشیدیہ ص ٦٦

خادم السنۃ حافظ عبد الوحید الحنفی

مرادیں سب حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں۔(برکات الامداد)

(۳)احمد رضا خان کے خاص شاگرد امجد علی لکھتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضور ﷺ کے تحت تصرف کر دیا گیا۔ جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہان ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔

تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو انہیں مالک نہ جانے حلاوتِ سنت سے محروم رہے گا۔ تمام زمین ان کی ملک ہے، تمام جہان ان کی جاگیر ہے۔ ملکوت السمٰوٰتِ والارض حضور ﷺ کے زیرِ فرمان۔ جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ﷺ ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت کی عطا کا ایک حصہ ہے۔ احکام تشریعہ حضور ﷺ کے قبضہ میں کر دیے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں، اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔(بہارِ شریعت،ج۱)

مولانا احمد رضا خان صاحب اور ان کے شاگرد خاص امجد علی صاحب کا عقیدہ آپ نے پڑھ لیا۔ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے سراسر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلاف ہے۔ دیکھیے قرآن پاک میں ہے:

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا

آپ کہہ دیجیے کہ بے شک میں اختیار نہیں رکھتا تمہارے کچھ نقصان کا نہ فائدہ کا۔

(احمد رضا خان صاحب وغیرہ کا) یہ عقیدہ سراسر قرآن و حدیث اور شریعت مقدسہ کی تعلیم، اہل سنت والجماعت کے عقائد و نظریات کے خلاف ہے اور ضلالت و گمراہی کی تعلیم ہے۔ حضور انور ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے افضل و اعلم ہیں لیکن فرائض کو معاف کر دینا، حلال کو حرام کر دینا، جنت و دوزخ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں ہونا یہ کوئی بات قرآن و سنت سے ثابت نہیں۔[1]

اہل سنت کون ہیں؟

وہ فرقہ جو صحیح عقیدوں پر ہو اہل السنت و الجماعت کہلاتا ہے اور دوسرے بدعتی اور گمراہ فرقے کہلاتے ہیں۔ جس فرقے کے عقیدے صحیح ہوں وہ اہل السنت والجماعت ہے اور جس کے عقیدے صحیح نہ ہوں وہ اہل السنت و الجماعت نہیں ہے۔ بلکہ اہل بدعت ہے خواہ بذاتِ خود دعویٰ کرتا ہو کہ وہ اہل السنت والجماعت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنت والجماعت کا مطلب ہے نبی ﷺ اور

[1] کفایت المفتی ج ص ۸۵۔ تعلیم الاسلام۔ مفتی کفایت اللہ صاحب

حافظ عبدالوحید الحنفی

صحابہؓ کے طریقے والا۔

بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شہر میں پیدا ہوئے۔ ۱۶ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۸۶۹ء کو احمد رضا خان نے پہلا فتویٰ تحریر کیا جبکہ ان کی عمر ۱۴ سال تھی۔ اس طرح بریلوی مسلک کی ابتداء اس تاریخ سے ہوتی ہے۔ اس سے قبل یہ مسلک موجود نہ تھا۔

چناں چہ مولانا احمد رضا خان نے مذکورہ عقائد جو صریح قرآن و حدیث کے خلاف تھے ان کا برملا اظہار اور پرچار اپنی تقاریر اور تصانیف میں کیا۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

علمائے حق اہل السنت و الجماعت نے جواباً اہل السنت و الجماعت کے عقائد اپنی تصانیف میں تحریر کر کے محفوظ کیے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے ہر ممکن کوشش کی کہ مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے شرکیہ عقائد سے رجوع کر لیں۔ لیکن انہوں نے رجوع نہ کیا اور وفات سے ۲ گھنٹہ قبل اپنی وصیت میں یہ لکھا کہ

"حتیٰ الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم

فرض ہے۔"[1]

اب جو مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد و نظریات رکھتا ہے، جس کا نمونہ آپ مطالعہ کر چکے ہیں، وہ بریلوی کہلاتا ہے۔ جبکہ یہ عقائد اہل السنت و الجماعت کے عقائد کے خلاف ہیں۔ اس لیے علمائے حق اہل السنت و الجماعت ان عقائد رکھنے والوں کو اہل بدعت میں شمار کرتے ہیں۔ البتہ عوام اہل السنت و الجماعت کو چوں کہ اِن عقائد کے غلط اور خلافِ شریعت ہونے کا عموماً علم نہیں ہوتا، اس لیے جب ان کے سامنے حقیقتِ حال بیان کی جاتی ہے اور شرعی دلائل سے، قرآن و حدیث سے سنت و بدعت اور توحید و شرک کا عقیدہ واضح کیا جاتا ہے تو عوام اہل سنت کی اکثریت اہلِ حق کی تحقیق کے مطابق بدعت کے عمل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور شرکیہ اقوال و افعال و اعمال سے توبہ کر لیے ہیں، اور متبع سنت و شریعت بن جاتے ہیں۔ جس کی بنا پر سوائے غالیوں کے اکثر بریلوی عوام بھی دن بدن سنت پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ البتہ بریلوی علماء اور مشائخ مولانا احمد رضا خان کی وصیت پر عمل پیرا ہیں اور باوجود سمجھانے کے شرک و بدعت کے عمل کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی ضد چھوڑنے اور شریعت پر عمل کرنے کی سعادت نصیب کریں۔ آمین بجاہ النبی الکریم

---

[1] وصایا شریف ص ۱۰، مؤلفہ احمد رضا خان بریلوی

محمد بن علوی مالکی بریلوی کے افکار و نظریات

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور فروری ۱۹۹۲ء میں محمد بن علوی مکی مالکی کے حالات میں یہ لکھا ہے کہ ان کے والد اور دادا دونوں بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ تھے۔ محمد بن علوی مالکی صاحب عقائد میں مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد کی طرح بریلوی عقیدہ رکھتے ہیں۔

(۲) محمد بن علوی مالکی احمد رضا خان صاحب کے شاگرد ضیاء الدین قادری بریلوی کے خلیفہ ہیں۔

(۳) محمد بن علوی مکی مالکی نے اپنے عقائد کا اظہار سب سے پہلے اپنی کتاب "الذخائر المحمدیہ ﷺ" اور "حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف" میں کیا۔ ان کتابوں میں موجود مشرکانہ اور گمراہ عقائد کی تردید میں جب مکہ مکرمہ کے ایک عالم اور قاضی عبد اللہ بن سلیمان اور بعض دیگر علماء نے ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں ایک کتاب لکھی۔ تو ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں محمد بن علوی مالکی نے ان لوگوں کے جواب میں ایک کتاب "مفاہیم یحب ان تصحح" لکھی۔ جس کا ترجمہ حافظ صغیر احمد صاحب کے بیٹے مولانا انیس احمد صاحب نے "اصلاح مفاہیم" کے نام

سے کیا، اور شائع بھی ہوا۔

"اصلاح مفاہیم" بھی شرک و بدعات سے بھری ہوئی کتاب ہے۔

(۴) ۲۰ نومبر ۱۹۹۵ء میں پروفیسر طاہر القادری کے بلائے ہوئے عالمی مشائخ کنونشن ماڈل ٹاؤن لاہور میں جو کہ اہل بدعت بریلوی حضرات کا مجمع تھا، شریک ہوئے۔ اور وہاں تقریر کرتے ہوئے مولانا محمد بن علوی مکی نے کہا کہ:

> ہم لوگ عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں، اس لیے یہاں بھی۔ (یعنی طاہر القادری کے کنونشن میں) یہ محبت دکھائی دے رہی ہے۔ (ماہنامہ حق چاریار لاہور ص ۱۵، فروری ۱۹۹۶ء)

(۵) اور اسی کنونشن میں تقریر کرتے ہوئے محمد بن علوی مالکی نے کہا:

> "ان (یعنی طاہر القادری) پر حضور ﷺ کا لطف و کرم اور نظر عنایت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی جملہ نعمتوں کے قاسم و مختار ہیں۔"[1]

محمد بن علوی مکی مالکی بریلوی کے مشرکانہ عقائد

(۱) رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا، یہاں تک کہ روح کا بھی اور مغیباتِ خمسہ کا بھی۔ (الذخائر المحمدیہ، ص ۲۰۵)

---

[1] ماہنامہ حق چاریار ص ۱۶، فروری ۱۹۹۶ء۔ بحوالہ روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۲۵ نومبر ۱۹۹۵ء

حالاں کہ یہ پانچ غیب کی باتیں وہ ہیں جن کے بارے میں خود قرآن مجید سورۃ لقمان کی آیت ۳۴ میں تصریح ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(۲) محمد بن علوی مالکی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کو علم غیب دیا گیا۔[1]

حالاں کہ غیب کا مطلب یہ ہے کہ ذات کو ایسی قوت ہو جائے کہ وہ کسی بھی واسطے کے بغیر یعنی حواس، عقل اور وحی کی تعلیم کے بغیر کسی شے کو معلوم کر سکے۔ اور یہ صرف رب العالمین کی صفت ہے۔

(۳) محمد بن علوی مکی مالکی کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

اس لیے لکھتے ہیں:

روحانية المصطفى ﷺ حاضرة فى كل مكان فهى تشهد اماكن الخير و مجالس الفضل۔ (الذخائر المحمدیہ، ص ۲۵۹)

(یعنی) حضرت محمد ﷺ کی روحانیت (یعنی روح مبارکہ) ہر جگہ موجود ہے لہٰذا وہ خیر کی جگہوں اور نفل و ذکر کی مجالس میں حاضر ہوتی ہے۔

محمد بن علوی کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے برعکس ہے۔

---

[1] مفاہیم یحب ان تصحح، ص ۸۳ و ۸۹

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر وناظر اپنی شان لیس کمثلہ کے ساتھ ہیں۔ لیکن مکی مالکی صاحب نے اخلاق الٰہی سے وہ صفات مراد لے لیں، جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ کیوں کہ اللہ کی یہ خاص صفت ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کی خاص صفت تو یہ ہے:

وَھُوَ معکم اینما کُنتُمْ

تم جہاں بھی ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔

نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ

ہم انسان کی شہ رگ سے بھی اس کے نزدیک ہیں۔

(۴) محمد بن علوی مکی مالکی کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے تمام خزانے نبی ﷺ کو عطا فرما دیے اور اب آپ ﷺ ہی مخلوق میں رزق تقسیم کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

فکل الارزاق من کفہ۔

تمام رزق رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ہی سے ملتے ہیں۔[1]

جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ رَزَقَکُمۡ

---

[1] الذخائر لمحمدیہ، ص ۱۱۰

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا۔

(۵) محمد بن علوی مکی مالکی کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے فقر، مرض، بلا وغیرہ کو دور کرنے کی قدرت دی ہوئی ہے۔ لکھتے ہیں:

انما ھو باذن اللہ و امرہ و قدرۃ۔

(یعنی) آپ ﷺ یہ فریادرسی اللہ کے حکم اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے کرتے ہیں۔ (مفاہیم یحب ان تصحح، ص ۱۹۱)

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ سید محمد بن علوی مکی مالکی بریلوی کے عقائد مشرکانہ ہیں۔ اور وہ اہل السنت و الجماعت میں شامل نہیں بلکہ اپنے مشرکانہ عقائد کی بناء پر اہل بدعت سے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

(۶) محمد بن علوی مکی مالکی لکھتے ہیں:

ارواح کو اتنی آزادی حاصل ہے کہ وہ زندوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر اپنے پکارنے والوں کو جواب دیں اور اپنے سے فریاد کرنے والوں کی فریادرسی کریں۔ (مفاہیم، ص ۱۸۰)

پھر لکھتے ہیں:

انبیاء و اولیاء کا مساعدہ (یعنی مدد کرنا) یہ اس عالم تصرف کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ ان کا اس طرح سے کرنا دعا کے ذریعہ سے مساعدہ کرنا ہے۔ (اصلاح مفاہیم ۱۸۷، ۱۸۸)

فرمائیے کیا انبیاء و اولیاء کی ارواح کو اس طرح کی آزادی حاصل ہے کہ وہ اس جہاں میں ہر جگہ پھرتی رہتی ہیں؟

پھر اگر کوئی آدمی ان کو مدد کے لیے پکارتا ہے یا ان سے کہتا ہے کہ میرے لیے دعا کرو، تو ضرور ہر اس شخص کی دعا و پکار کو سنتے ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ جناب مالکی صاحب یہاں یہ نہیں فرما رہے کہ ان کی قبروں پر ان کو پکارا جائے۔ یہاں انہوں نے قبر کی کوئی قید نہیں لگائی۔ حالاں کہ حضور رحمت للعالمین ﷺ بھی ہر آدمی کی ہر آن ہر جگہ سے پکار بلکہ درود شریف بھی نہیں سنتے، فرشتے آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

مکی مالکی کے ان الفاظ سے کہ:

"ارواح کو ایسی آزادی حاصل ہے جس سے ان کو ممکن ہے کہ اپنے پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کو زندوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر جواب دے سکیں۔" (اصلاح مفاہیم، ۱۸۰)

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کی آزادی صرف قبروں تک محدود نہیں بلکہ وہ زندوں کی طرح ہر جگہ جاسکتے ہیں اور ان ابتدائی سطروں میں "قبر" کا لفظ بھی نہیں ہے۔ اور اس سے چند سطروں کے بعد جو لفظ زائرین استعمال کیا ہے اس سے یہ کیوں کر ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک سوائے قبروں کے، ارواح دوسری جگہ نہیں جاسکتیں۔

حیات برزخیہ، مکی مالکی کا عقیدہ

مولانا محمد بن علوی مکی مالکی نے حضرت سلمان فارسیؓ کے حوالہ سے علامہ ابنِ قیم کی کتاب ارواح سے جو عبارت پیش کی ہے:

"ارواح المومنين فی برزخ من الارض تذهب حيث شأت" (کذافی الروح لابنِ الروح لابنِ قیم: ۱۴۴)

زمین میں دفن ہو کر مسلمانوں کی روحیں حالت برزخ میں ہیں اور یہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔

مکی مالکی صاحب نے یہاں پوری عبارت نہیں لکھی۔ چناں چہ اس کے بعد یہ عبارت ہے:

برزخ اس آڑ کو کہتے ہیں جو دو چیزوں میں حائل ہو۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا مطلب ہے کہ روحیں اس زمین پر رہتی ہیں جو دینا اور آخرت کے درمیان ہے۔ اور وہاں آزاد ہیں، اُسی پوری زمین پر جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔ یہ قول بھی قوی ہے۔ اس لیے آخرت میں بھی نہیں گئیں بلکہ دینا اور آخرت کے درمیان مومنوں کی روحیں وسیع برزخ میں ہیں۔ (کتاب الروح مترجم، ۱۳۱)

چوں کہ بعد کی عبارت سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ روحیں اس دینا میں نہیں آتیں بلکہ برزخ میں چلتی پھرتی ہیں۔ اور مکی مالکی صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ روحیں اس دنیا میں آتی ہیں اور مجالس خیر میں

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

تشریف لاتی ہیں۔

اس لیے انہوں نے مابعد کی عبارت کو نظر انداز کر دیا۔ فرمائیے! کیا یہ علمی خیانت نہیں ہے۔

(۲) مترجم "حوک اکاحتفال بالمولد نبی الشریف" نے حضرت سلمان فارسیؓ کے ارشاد کا ترجمہ غلط لکھا ہے۔ انہوں نے "الارض" کے لفظ سے بجائے برزخ کی زمین کے اس دینا کی زمین مراد لی اور ترجمہ یوں لکھ دیا کہ زمین میں دفن ہو کر مسلمانوں کی روحیں حالت برزخ میں ہیں۔ اور مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نے بھی براہین قاطعہ میں مولانا عبدالسمیع صاحب رام پوری کے جواب میں برزخ من الارض سے مراد برزخ کی زمین لی ہے، نہ کہ اس دنیا کی۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ حق چاریار ماہِ جنوری، ص۳۶، ۱۹۹۵ء)

یہی اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

محمد بن علوی مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں

مولانا محمد بن علوی مکی مالکی موصوف کی تصانیف "الاحتفال بالمولد النبوی الشریف" اور زیرِ بحث کتاب "اصلاح مفاہیم" کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ موصوف بریلوی مسلک کے عالم

ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حول الاحتفال کا ترجمہ بھی "میلادِ مصطفیٰ" کے نام سے ایک بریلوی عالم نے لکھا ہے۔ اور اس کتاب کی اشاعت بھی بریلوی مسلک والوں نے کی ہے۔ اسی طرح ان کی بعض دوسرے تصانیف کا ترجمہ بھی بریلوی علماء نے کیا ہے۔

(۲) لیکن بریلوی مسلک کے ماہنامہ "جہانِ رضا" فروری ۱۹۹۲ء کے مطالعہ سے تو اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ آپ کٹر بریلوی عالم ہیں۔

چناں چہ اس شمارہ کے ص۲۶ پر حسبِ ذیل عنوان سے مولانا مکی مالکی کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

"خانوادۂ بریلی کا ایک عرب مفکر فضیلۃ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسن المالکی مدظلہ"

از جناب مفتی محمد خان صاحب قادری مدظلہ العالی:

لکھتے ہیں:

آپ کا اسمِ گرامی محمد والد کا علوی اور دادا کا نام عباس ہے۔ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خانؒ کے خلفاء تھے۔ اور آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت، خطیب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادریؒ کے خلیفہ ہیں۔

...... الخ (ماہنامہ جہانِ رضا لاہور فروری ۱۹۹۲ء، ص۲۶)

(۳) مکی مالکی خود لکھتے ہیں:

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

جن لوگوں سے میں نے سند حدیث حاصل کی ہے ان میں ایک معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال سے زائد ہے، مولانا ضیاء الدین قادری ہیں۔ ان کی سند نہایت اعلیٰ و افضل ہے۔ انہوں نے جن بزرگوں سے روایت کی ہے ان میں ہندوستان کی مشہور شخصیت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ ہے۔[1]

مندرجہ بالا حالات و واقعات سے واقف ہونے کے بعد تو یقین کرنا پڑتا ہے مولانا محمد بن علوی مکی مالکی صاحب فنافی البریلویت ہیں۔[2]

قول فیصل مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں:

ہم دیوبندی بریلوی تنازع کو بڑھانا نہیں چاہتے۔ لیکن جب کوئی مسئلہ درپیش آئے تو اس کو ہم اکابر علمائے دیوبند کی تحقیق کے مطابق حل کریں گے۔ ہم ان حضرات اکابر علماء دیوبند کو حضرات خاندانِ ولی الٰہی کے بعد مذہب اہل السنت والجماعت کا ترجمان اور وارث تسلیم کرتے ہیں۔ اب آپ حضرات دو کشتیوں میں پاؤں نہ لٹکائیں، حق واضح ہے۔ ہم آپ حضرات کو اس وقت تک سابق دیوبندی قرار دیتے رہیں گے جب تک آپ مولانا محمد بن علوی مکی

---

1 ماہنامہ جہانِ رضا لاہور فروری ۱۹۹۲ء، ص ۲۷

2 ماہنامہ حق چاریار فروری ۱۹۹۵ء، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

مالکی موصوف کی کتاب "مفاہیم" اور "حول الاحتفال بالمولود النبی الشریف" سے صاف طور پر براءت کا اعلان نہیں کرتے۔

وَمَاعلینا الا البلاغ

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ

۲۶ شعبان ۱۴۱۵ھ [1]

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

خادم اہلسنّت

حافظ عبدالوحید الحنفی

ساکن اوڈھروال (تحصیل وضلع چکوال)

۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۲ مارچ ۲۰۱۶ء

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

النور مینجمنٹ چکوال (پاکستان)
0334-8706701
www.zedemm.com
zedemm@yahoo.com
اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے لئے، نیز ہر قسم کے اشتہارات اور ایڈورٹائزنگ کے لئے رجوع کریں

1 مطبوعہ ماہنامہ حق چاریار لاہور فروری ۱۹۹۵ء

صداقت اہل سنت والجماعت پر محققانہ شہرہ آفاق مطبوعات